الہدیٰ
اے شخص تُو جان ہے ہماری
سو بار مریں تو تیری خاطر
مر جائیں اگر تجھے نہ چاہیں
سو بار جئیں تو تجھ کو چاہیں
2008
مجلس انصار اللہ سویڈن

ایک مقدس عہد

ایک مقدس عہد جو سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خلافت احمدیہ کے سو سال پورا ہونے پر 27/مئی 2008ء کو لندن کے Excel سینٹر میں منعقد ہونے والے تاریخی جلسہ میں نہ صرف تمام حاضر احباب و خواتین سے بلکہ ایم ٹی اے کے توسّط سے دنیا بھر کے احمدیوں سے لیا اور تمام احمدیو ں نے اپنے امام کی اقتداء میں کھڑے ہو کر نہایت جذبہ و جوش کے ساتھ یہ عہد دھرایا۔

"أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔
آج خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضہ کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول کے لئے وقف رکھیں گے۔ اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر کونے میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخری دم تک جد و جہد کرتے رہیں گے۔ اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفید ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تا کہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اَللّٰھُمَّ آمِیْن۔ اَللّٰھُمَّ آمِیْن۔ اَللّٰھُمَّ آمِیْن"۔

هُوَالَّذِی اَرْ سَلَ رَسُولَهُ بِا الهُدیٰ

سہ ماہی

الھُدیٰ

سویڈن

جلد 11 ، 1387ہجری شمسی ،1429ہجری قمری بمطابق اگست تا اکتوبر 2008, شمارہ 3

فہرست

ایک مقدس عہد	2
کلام الٰہی	4
قال الرسول اللہ ﷺ	5
کلام الامام	6-7
خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر العزیز	8-12
صد سالہ خلافت جوبلی	13-15
خوشبو خوشبو یادیں	16-19
اطاعتِ خلافت	20-22
یادوں کی مہک	23-26
خلیفہ خدا بناتا ہے	27-30
پیاری یادیں	31-35
انٹرنیٹ وکمپیوٹر کلاس 1	36-37
دُعائیں	38

زیرِ نگرانی

مامون الرشید صاحب ڈوگر

صدر مجلس انصار اللہ سویڈن

ایڈیٹر

ڈاکٹر انس احمد رشید

نائب ایڈیٹر

سجاد احمد

ڈاکٹر شریف احمد

معاونین

مبشر سعید راجہ

محمد اسحٰق ورک

داوٗد احمد نوید

مجلس انصار اللہ سویڈن کا تعلیمی و تربیتی و ادبی مجلہ

فرمانِ الٰہی

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اُردو ترجمہ از تفسیرِ صغیر:

وہ صرف اس امر کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُن کے پاس فرشتے آئیں یا تیرا رب آئے یا تیرے رب کے بعض نشانات آئیں۔ جس دن تیرے رب کے بعض نشانات ظاہر ہوں گے (اس دن) کسی نفس کو جو اس سے پہلے ایمان نہ لا چکا ہوگا۔ یا اپنے ایمان کی وجہ سے خیر نہ حاصل کر چکا ہوگا، اس کا ایمان لانا نفع نہ دے گا۔ تُو کہہ کہ تم انتظار کرو، ہم بھی یقیناً انتظار کر رہے ہیں۔

جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ در گروہ ہو گئے ہیں تیرا اُن سے کچھ تعلق نہیں ہے ان کا معاملہ تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے پھر جو کچھ وہ کرتے تھے وہ اس کی انہیں خبر دے گا۔

جنہوں نے نیکی کی ہے، اس (نیکی) سے دس گُنا اُن کا حق ہوگا۔ اور جنہوں نے بدی کی ہے انہیں صرف اتنی ہی سزا دی جائے گی اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(سورۃ الانعام آیات 159-161)

قال الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک دن حضرت موسیٰؑ کہیں جا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آواز دی۔ اے موسیٰؑ! حضرت موسیٰؑ نے آواز سن کر دائیں بائیں دیکھا انہیں کوئی نظر نہ آیا۔ پھر دوسری دفعہ ان کو آواز آئی۔ اے موسیٰ بن عمران! اس پر پھر انہوں نے دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ اس سے موسیٰؑ ڈر گئے۔ کندھے کا گوشت کانپنے لگا یعنی جسم میں جھرجھری سی محسوس ہوئی کہ نہ معلوم کہاں سے یہ آواز آ رہی ہے۔ تیسری دفعہ پھر آواز آئی۔ اے موسیٰؑ میں اللہ ہوں میر سوا کوئی معبود نہیں۔ اس پر موسیٰؑ لبیک لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! اپنا سر اٹھا۔ حضرت موسیٰؑ نے سجدے سے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! میں چاہتا ہوں کہ تو میرے عرش کے سایہ کے نیچے آرام کرے جس دن میرے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ اس لئے تم یتیم کے لئے مہربان باپ کی طرح بن جاؤ۔ بیوہ کے لئے محبت کرنے والے خاوند کی طرح ہو جاؤ۔ اے موسیٰ! رحم کرتا کہ تجھ پر رحم کیا جاوے۔ اے موسیٰ! جیسا تو کرے گا ویسا بھرے گا۔ اے موسیٰ! بنی اسرائیل کو بتا دو کہ جو بھی میرے پاس اس حال میں آئے گا کہ اس نے حضرت احمد علیہ السلام کا انکار کیا ہوگا تو میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ خواہ وہ میرے خلیل ابراہیم ہی کیوں نہ ہوں یا میرے کلیم موسیٰ ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! مخلوق میں سے مجھے اس سے زیادہ پیارا کوئی نہیں لگتا میں نے اس کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ میں نے آسمان و زمین، شمس و قمر کے پیدا کرنے سے بیس لاکھ سال پہلے اس کا نام اپنے نام کے ساتھ لکھ دیا تھا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! محمد اور اس کی اُمت سے پہلے کسی کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دوں گا۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اس عظمت و جلال والے نبی کی اُمت میں کیسے لوگ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ حمد کرنے والے ہوں گے۔ وہ بلندیوں پر چڑھتے اور اترتے اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے، دین کی خدمت کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہیں گے۔ ان کے پہلو پاکیزہ ہوں گے، دن کو روزہ رکھیں گے اور راتیں رہبانیت کی حالت میں گزاریں گے۔ میں ان سے تھوڑا عمل بھی قبول کر لوں گا۔ صرف **لا الہ الا اللہ** کی شہادت دینے پر ان کو جنت میں لے جاؤں گا۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا۔ اے میرے رب! مجھے اس اُمت کا نبی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس اُمت کا نبی اسی اُمت میں سے ہوگا۔ پھر موسیٰ نے کہا مجھے اس اُمت کا ایک فرد ہی بنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تیرا زمانہ پہلے ہے وہ نبی بعد میں آئے گا۔ اس لئے تو اس نبی کا اُمتی بھی نہیں بن سکتا۔ البتہ اگلے جہاں میں دار الجلال اور جنت الفردوس میں اس نبی کی معیت تجھے عطا کروں گا۔ (المشکوٰۃ صفحہ 337)

نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلّی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتّع کر دے اور رُوحانی امور میں اس کی پوری پرورش کر کے دکھلا وے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سیّد و مولیٰ (اس پر ہزار سلام) اپنے افاضہ کے رُو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے۔ آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی اور مُہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔

(ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''پس بلاشبہ خدا تعالیٰ کا حسن اور احسان جو سرچشمہ محبت کا ہے سب سے زیادہ اس پر ایمان لانا ہمارے حصّہ میں آگیا ہے اور مسلمانوں میں سے سخت نادان اور بدقسمت وہ لوگ ہیں جو اس کے کمالِ حسن اور احسان کے انکاری ہیں۔ ایک طرف تو اس کی مخلوق کو اس کی صفاتِ خاصہ میں حصّہ دار ٹھہرا کر توحید باری پر دھبّہ لگاتے * اور اس کے حسن وحدانیت کی چمک کو شراکتِ غیر سے تاریکی کے ساتھ بدلتے ہیں اور پھر دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی فیض سے ایسا اپنے تئیں محروم جانتے ہیں کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ زندہ چراغ نہیں ہیں بلکہ مُردہ چراغ ہیں جن کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن نہیں ہوسکتا۔ وہ اقرار رکھتے ہیں کہ موسیٰ نبی زندہ چراغ تھا جس کی پیروی سے صدہا نبی چراغ ہوگئے۔ اور مسیح اسی کی پیروی تیس برس تک کر کے اور توریت کے احکام کو بجا لا کر اور موسیٰؑ کی شریعت کا جوا اپنی گردن پر لے کر نبوت کے انعام سے مشرف ہوا۔ مگر ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کسی کو کوئی روحانی انعام عطا نہ کر سکی بلکہ ایک طرف تو آپ حسب آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (الاحزاب: 41) اولاد نرینہ سے جو ایک جسمانی یادگار تھی محروم رہے اور دوسری طرف روحانی اولاد بھی آپ کو نصیب نہ ہوئی جو آپ کے روحانی کمالات کی وارث ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ قول وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب: 41) بے معنی رہا۔ ظاہر ہے کہ زبان عرب میں لٰكِنْ کا لفظ استدراک کیلئے آتا ہے یعنی جو امر حاصل نہیں ہوسکا اس کے حصول کی دوسرے پَیرایہ میں خبر دیتا ہے جس کے رُو سے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی مگر رُوحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی اور آپ نبیوں کے لئے مُہر ٹھیرائے گئے ہیں۔ یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مُہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔ غرض اس آیت کے یہ معنے تھے جن کو اُلٹا کر نبوت کے آئندہ فیض سے انکار کر دیا گیا۔ حالانکہ اس انکار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سراسر مذمّت اور منقصت ہے۔ کیونکہ نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلّی طور پر نبوت کے کمالات

سے متمتع کر دے اور رُوحانی امور میں اس کی پوری پرورش کر کے دکھلاوے۔ اِسی پرورش کی غرض سے نبی آتے ہیں اور ماں کی طرح حق کے طالبوں کو گود میں لے کر خداشناسی کا دودھ پلاتے ہیں۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دودھ نہیں تھا تو نعوذ باللہ آپ کی نبوت ثابت نہیں ہوسکتی۔ مگر خدا تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں آپ کا نام سراج منیر رکھا ہے جو دوسروں کو روشن کرتا ہے اور اپنی روشنی کا اثر ڈال کر دوسروں کو اپنی مانند بنا دیتا ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فیض روحانی نہیں تو پھر دنیا میں آپ کا مبعوث ہونا ہی عبث ہوا۔ اور دوسری طرف خدا تعالیٰ بھی دھوکا دینے والا ٹھہرا جس نے دُعا تو یہ سکھلائی کہ تم تمام نبیوں کے کمالات طلب کرو۔ مگر دل میں ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ یہ کمالات دیئے جائیں گے۔ بلکہ یہ ارادہ تھا کہ ہمیشہ کیلئے اندھا رکھا جائے گا۔

لیکن اے مسلمانو! ہوشیار ہو جاؤ کہ ایسا خیال سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ اگر اسلام ایسا ہی مُردہ مذہب ہے تو کِس قوم کو تم اس کی طرف دعوت کر سکتے ہو؟ کیا اس مذہب کی لاش جاپان لے جاؤ گے یا یورپ کے سامنے پیش کرو گے؟ اور ایسا کون بے وقوف ہے جو ایسے مُردہ مذہب پر عاشق ہو جائے گا جو بمقابلہ گزشتہ مذہبوں کے ہر ایک برکت اور روحانیت سے بے نصیب ہے۔ گزشتہ مذہبوں میں عورتوں کو بھی الہام ہوا جیسا کہ موسیٰؑ کی ماں اور مریمؑ کو۔ مگر تم مرد ہو کر ان عورتوں کے برابر بھی نہیں۔ بلکہ اے نادانو! اور آنکھوں کے اندھو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سیّد و مولیٰ (اس پر ہزار سلام) اپنے افاضہ کے رُو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ کیونکہ گزشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آ کر ختم ہو گیا۔ اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مُردے ہیں۔ کوئی اُن میں زندگی نہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رُوحانی فیضان قیامت تک جاری ہے۔ اسی لئے باوجود آپؐ کے اس فیضان کے اس اُمت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے۔ بلکہ آپؐ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اُس نے اس عاجز کو بنایا''۔

* "مسلمانوں کو خاص کر اہلحدیث کو توحید کا بڑا دعویٰ تھا۔ مگر افسوس اُن پر بھی یہ مثل صادق آئی کہ "مچھر چھاننا اور اونٹ نگلنا"۔ کیا ایسے لوگوں کو ہم موحّد کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف تو حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کی طرح واحد لاشریک سمجھتے ہیں۔ وہی ہے جو مع جسم عنصری آسمان پر گیا اور وہی ہے جو کسی دن مع جسم عنصری زمین پر آئیگا اور اسی نے پرندے پیدا کئے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں نے قسمیں کھا کر بار بار سوال کیا کہ آپ مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ کے دکھلائیے ہم ابھی ایمان لائیں گے۔ ان کو جواب دیا گیا۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل: 94)۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا عہد شکنی سے پاک ہے اور بموجب اس قول کے مع جسم عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا کیونکہ یہ امر خدا کے وعدہ کے برخلاف ہے۔ وجہ یہ کہ وہ فرماتا ہے کہ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ (الاعراف:26) ۔ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ (البقرة: 37) پس کیا ہم سمجھیں کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر پہنچانے کے وقت خدا تعالیٰ کو اپنا یہ وعدہ یاد نہ رہا یا عیسیٰ بشر نہیں تھا۔ اگر عیسیٰ مع جسم عنصری آسمان پر گیا ہے تو قرآن کے بیان کے رُو سے لازم آتا ہے کہ عیسیٰ بشر نہیں تھا۔ پھر دوسری طرف ان مدّعیانِ اسلام نے دجّال کے بھی وہ صفات بیان کئے ہیں جس سے اُس کا خدا ہونا لازم آتا ہے۔ یہ توحید اور یہ دعویٰ۔ افسوس! منہٗ (چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 387 تا 389 مطبوعہ لندن)

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 30 مئی 2008)

انشاءاللہ اُمّت محمدیہ بھی تمام کی تمام یا اکثریت اس مسیح محمدی کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔

قرائن بتارہے ہیں کہ اب وہ وقت قریب ہے۔

اصلاح کا طریق ھمیشہ وھی مفید اور نتیجہ خیز ھوا ھے جو اللہ تعالیٰ کے اذن اور ایماء سے ھو۔

اگر ھر شخص کی خیالی تجویزوں اور منصوبوں سے

بگڑی ھوئی قوموں کی اصلاح ھو سکتی تو پھر دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے وجود کی

کچھ حاجت نہ رھتی۔

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 23 رمئی 2008ء
بمطابق 23 رہجرت 1387 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

تشہد وتعوذ کے بعد فرمایا: گزشتہ خطبہ میں مَیں نے لفظ جَبَّـار کے حوالے سے اس لفظ کی وضاحت خداتعالیٰ کی ذات کے تعلق میں اور بندے کے تعلق میں کی تھی کہ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہو، اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر استعمال ہو تو اس کا مطلب اصلاح کرنے والا ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیں یہ دعا بھی اِسی وجہ سے سکھائی ہے جو ہر مسلمان نماز پڑھتے ہوئے دوسجدوں کے درمیان پڑھتا ہے۔ایک حدیث میں آتا ہے: حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ دوسجدوں کے درمیان دعا کیا کرتے تھے کہ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِیْ کہ اے میرے رب مجھے بخش دے۔مجھ پر رحم فرما۔وَاجْبُرْنِی اور میرے بگڑے کام سنوار دے۔اور مجھے رزق عطا فرما۔اور میرے درجات بلند فرما۔(سنن ابن ماجہ ۔کتاب الصلوٰۃ با ب مایقول بین السجدتین حدیث نمبر 898)

یعنی وَاجْبُرْنِی کے حوالے سے میرے روحانی، جسمانی، مادی، جتنے بھی معاملات ہیں ان کی اصلاح فرما اور میرے سب کام اس حوالے سے سنوارتا چلا جا۔یہ دعا یقیناً اس لئے آنحضرت ﷺ نے ہمیں سکھائی تا کہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی اصلاح کی بھیک خداتعالیٰ سے مانگیں اور اُس حالت سے بچنے کی کوشش کریں جب یہ خدا کو بھولنے والے انسان کو اس لفظ کے ان معانی کا حامل بنا دیتا ہے جس کے نتیجے میں انسان حد سے زیادہ بڑھنے والا، سختی کرنے والا، باغی اور سرکش ہو جاتا ہے۔اور خاص طور پر نبیوں کی مخالفت کرنے والے اس زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔

اس وقت مَیں اصلاح کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند الہامات اور اقتباسات پیش کروں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے کہ ''تُوْبُوْا وَاَصْلِحُوْا وَاِلَی اللّٰہِ تَوَجَّھُوْا''۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس کا ترجمہ فرمایا ہے ''توبہ کرو اور فسق و فجور اور کفر اور معصیت سے باز آؤ اور اپنے حال کی اصلاح کرو اور خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

(تذکرہ صفحہ 63 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

یہ الہام 1883ء کا ہے۔یعنی جب آپؑ نے پہلی بیعت لی ہے اس سے تقریباً چھ سال پہلے کا۔اس میں زمانے کی حالت کا نقشہ بیان ہوتا ہے کہ اپنی اصلاح کے لئے خدا کی طرف توجہ کرو۔اُس زمانے میں بھی جو دین کے ہمدرد تھے وہ اس بات سے فکر مند تھے کہ اسلام کی کیا حالت ہو رہی ہے۔تو

اس جری اللہ کے ذریعہ سے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ سے جسے اللہ تعالیٰ نے زمانے کی اصلاح کے لئے بھیجنا تھا یہ پیغام دیا کہ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ چکی ہے۔ جس مصلح کی پیشگوئی تھی جس مسیح و مہدی کے آنے کی پیشگوئی تھی وہ دعویٰ کرنے والا ہے اس کے آنے پر کفر نہ کرنا۔ آج بھی مسلمان فکرمندی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس طرف توجہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی راہنمائی حاصل ہو۔ آج مسلمانوں کی حالت اور زلزلوں اور آسمانی آفات پر صرف جو فکر ہے وہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتی، اگر عملی حالتیں نہ بدلیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر بھی اللہ تعالیٰ نے دی تھی کہ "اَلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا اُوْلٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْم" ۔"جو لوگ توبہ کریں گے اور اپنی حالت کو درست کرلیں گے تب میں بھی ان کی طرف رجوع کروں گا اور میں توّاب اور رحیم ہوں۔

(تذکرہ صفحہ 150-151 ایڈیشن چہارم۔ مطبوعہ ربوہ)

پس یہ مخالفین احمدیت کے لئے بھی قابل غور ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ خدا تعالیٰ سے کوئی لڑ نہیں سکتا۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ اور جماعت کی ترقی اب ان مخالفین کے لئے کافی ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھولے اور اب اس مخالفت سے باز آتے ہوئے اس مسیح و مہدی کے ہاتھ مضبوط کرنے کی اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کے ہر فرد کو توفیق دے تا کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحم کی چادر میں آتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے بنیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت محمدیہ کی حالت کی ایسی فکر تھی کہ ہر وقت اس راہ میں لگے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے نام کی عزت و حرمت قائم کرنا آپؑ کی زندگی کا مقصد تھا اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک یہ دعا بھی الہاماً آپؑ کو سکھائی رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ کہ اے میرے رب امت محمدیہ کی اصلاح کر۔ (تذکرہ صفحہ 37 ایڈیشن چہارم۔ مطبوعہ ربوہ)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ جو آپؑ سے کیا، یہ دعا جو آپؑ کو سکھائی وہ اس لئے سکھائی کہ اس کی قبولیت ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم مایوس نہیں کہ امت محمدیہ بھی تمام کی تمام یا اکثریت اس مسیح محمدی کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔ قرائن بتا رہے ہیں کہ اب وہ وقت قریب ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہونے والا ہے۔ لیکن وہ علماء اور راہنما جو عوام الناس کی غلط راہنمائی کر رہے ہیں اُن کو فکر کرنی چاہئے کہ اگر وہ لوگ اپنی اصلاح نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ سکتے ہیں۔ ایک طرف تو خود کہتے ہیں کہ زمانہ مسیح کی آمد کا منتظر ہے بلکہ بے چین ہے۔ لیکن جس کا دعویٰ ہے اسے نہ صرف خود قبول نہیں کر رہے بلکہ دوسروں کی غلط راہنمائی کر رہے ہیں، ان کو بھی ورغلاتے اور ڈراتے ہیں۔

پاکستان کے ایک بہت بڑے عالم جو جماعت کی مخالفت میں بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد اُن کا نام ہے وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "اصل اور محکم اساس گزشتہ چار سو سال کی تاریخ پر قائم ہے جو گواہی دیتی ہے کہ پچھلی چار صدیوں کے دوران میں تجدید دین کا سارا کام برعظیم پاک و ہند میں ہوا اور اس عرصے میں تمام مجددین اعظم اس خطہ میں پیدا ہوئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی اور حکمت خداوندی کا کوئی طویل المیعاد منصوبہ اس خطہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ (مضمون "پاکستان کا مستقبل" مطبوعہ نوائے وقت 16-07-1993)

انہوں نے بات کھل کر تو نہیں کی لیکن اس بیان سے صاف واضح ہے کہ ان کے نزدیک بھی خاتم الخلفاء اور مسیح موعود اس خطّہ میں آنے کے آثار نظر آتے ہیں۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت جب ایک دعویٰ کرنے والے نے دعویٰ کر دیا ہے۔ آسمانی اور زمینی نشانات اس کی تائید میں کھڑے ہیں تو پھر آنکھیں بند کر کے اس کی مخالفت پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔ اصل میں دنیاداری نے ان لوگوں کی آنکھوں پر پردے ڈالے ہوئے ہیں۔ اصل میں یہ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے پڑھ لکھ کر گنوایا ہے۔ بظاہر عالم ہیں لیکن خدائی اشاروں کو نہیں سمجھتے بلکہ دیکھنے کے باوجود انکار کرتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے یہ لوگ پردے اٹھانا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ (البقرۃ:19) کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ بہرے گونگے اور اندھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بظاہر علم کی روشنی دی ہے لیکن اس علم نے ان کو روشنی کا مینار بنانے کی بجائے مسیح موعود کی مخالفت کی وجہ سے بدترین مخلوق بنا دیا ہوا ہے۔ جیسا کہ اس زمانے کے بعض علماء کے بارہ میں حدیث بھی ہے۔ پس اگر ان کے دل صاف ہیں، اگر واقعی امت مسلمہ کا درد رکھتے ہیں تو خالص ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنی اصلاح اور راہنمائی کی دعا مانگیں۔ ورنہ یہ خود بھی یونہی بھٹکتے رہیں گے اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی

بھٹکاتے رہیں گے اور کوئی مسیح ان کی مسیحائی کے لئے نہیں آئے گا۔ اِن کو ان پریشانیوں سے نجات دلانے کے لئے نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ قوم کی بھی اصلاح کرے اور یہ سچے اور جھوٹے کا فرق پہچان سکیں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی تائیدات واضح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نظر آ رہی ہیں اور یہ خدا تعالیٰ نے پہلے ہی آپؑ کو بتا دیا تھا اور آپؑ کو فتح و کامیابی کی خوشخبری دی تھی اور بے شمار دفعہ دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ایک خواب اور الہام کا ذکر کرتے ہوئے (یہ 1893ء کا ہے) فرماتے ہیں:۔

''مَیں نے خواب میں دیکھا کہ اوّل گویا کوئی شخص مجھ کو کہتا ہے کہ میرا نام فتح اور ظفر ہے اور پھر یہ الفاظ زبان پر جاری ہوئے اَصْلَحَ اللّٰہُ اَمْرِیْ کُلَّہٗ''۔ (ترجمہ از مرتب) یعنی خدا تعالیٰ میرے تمام کام درست کر دے۔ (تذکرہ صفحہ 202۔ایڈیشن چہارم۔مطبوعہ ربوہ)

کیا آپؑ کا یہ دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فتح و ظفر کی نوید سنائی ہے اور آپؑ کی وفات کے 100 سال کے بعد تک بھی اللہ تعالیٰ کا آپؑ کی جماعت کے ساتھ یہ سلوک کہ ترقی کی طرف جو منزلیں طے ہو رہی ہیں، اس بات کا کافی ثبوت نہیں ہے؟ یہ کافی دلیل نہیں ہے؟ کہ آپؑ ہی اس زمانے میں خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں۔ اللہ دُنیا کی آنکھیں کھولے اور وہ کسی تباہی کو آواز دینے کی بجائے جلد قبول کرنے والوں میں شامل ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے کہ اَصْلِحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ: یہ الہام کہ اَصْلِحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ اس کے یہ معنے ہیں کہ اے میرے خدا مجھ میں اور میرے بھائیوں میں اصلاح کر۔ یہ الہام درحقیقت تتمّہ اُن الہامات کا معلوم ہوتا ہے جن میں خدا تعالیٰ نے اُس مخالفت کا انجام بتلایا ہے۔ وہ الہام ہے۔ خَرُّوْا عَلَی الْاَذْقَانِ سُجَّدًا۔ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ۔ تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَاِنْ کُنَّا لَخَاطِئِیْنَ۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُاللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔

آپؑ خود لکھتے ہیں کہ: ''یعنی بعض سخت مخالفوں کا یہ انجام ہوگا کہ وہ بعض نشان دیکھ کر خدا تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گریں گے کہ اے ہمارے خدا! ہمارے گناہ بخش۔ ہم خطا پر تھے۔ اور مجھے مخاطب کر کے کہیں گے (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مجھے مخاطب کر کے کہیں گے) کہ بخدا! خدا نے ہم پر تجھے فضیلت دی اور تجھے چن لیا اور ہم غلطی پر تھے کہ تیری مخالفت کی۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ خدا تمہیں بخش دے گا وہ ارحم الراحمین ہے۔ یہ اُس وقت ہوگا کہ جب بڑے بڑے نشان ظاہر ہوں گے۔ آخر سعید لوگوں کے دل کھل جائیں گے اور وہ دل میں کہیں گے کہ کیا کوئی سچا مسیح اس سے زیادہ نشان دکھلا سکتا ہے یا اس سے زیادہ اس کی نصرت اور تائید ہوسکتی تھی۔ تب یک دفعہ غیب سے قبول کے لئے ان میں طاقت پیدا ہو جائے گی اور وہ حق کو قبول کر لیں گے۔ (تذکرہ صفحہ 605۔ایڈیشن چہارم۔ مطبوعہ ربوہ)

ہم تو یہی دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی کو بھی سخت نشان دکھانے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچاننے کی عقل عطا فرمائے۔ آپؑ کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ حق کو قبول کرنے والے بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (ابراھیم:15) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فتح مانگی اور ہر جابر دشمن ہلاک ہوگیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''یہ سنت اللہ ہے کہ مامور من اللہ ستائے جاتے ہیں، دکھ دیئے جاتے ہیں۔ مشکل پر مشکل ان کے سامنے آتی ہے۔ نہ اس لئے کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ نصرت الٰہی کو جذب کریں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کی مکّی زندگی مدنی زندگی کے بالمقابل دراز ہے''۔ یعنی لمبی ہے۔ ''چنانچہ مکّہ میں تیرہ برس گزرے اور مدینہ میں دس برس۔ جیسا کہ اس آیت سے پایا جاتا ہے ہر نبی اور مامور من اللہ کے ساتھ یہی حال ہوا ہے کہ اوائل میں دکھ دیا گیا ہے۔ مکّار، فریبی، دکاندار اور کیا کیا کہا گیا ہے''۔ یہی کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا گیا اور کہا جاتا ہے۔ ''کوئی برا نام نہیں ہوتا جو ان کا نہیں رکھا جاتا۔ وہ نبی اور مامور ہر ایک بات کی برداشت کرتے اور ہر دکھ کو سہہ لیتے ہیں۔ لیکن جب انتہا ہو جاتی ہے تو پھر بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے دوسری قوت ظہور پکڑتی ہے۔ اسی طرح پر رسول اللہ ﷺ کو ہر قسم کا دکھ دیا گیا ہے اور ہر قسم کا برا نام آپؐ کا رکھا گیا ہے۔ آخر آپؐ کی توجہ نے

زور مارااوروہ انتہا تک پہنچی جیسا اِسْتَفْتَحُوْا سے پایا جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوا وَ خَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (ابراھیم:15) تمام شریروں اور شرارتوں کے منصوبے کرنے والوں کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ توجہ مخالفوں کی شرارتوں کے انتہاء پر ہوتی ہے کیونکہ اگر اوّل ہی ہوتو پھر خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مکّہ کی زندگی میں حضرت احدیت کے حضور گرنا اور چلّانا تھا جو اس حالت تک پہنچ چکا تھا کہ دیکھنے والوں اور سننے والوں کے بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ مگر آخر مدنی زندگی کے جلال کو دیکھو کہ وہ جو شرارتوں میں سرگرم اور قتل اور اخراج کے منصوبوں میں مصروف رہتے تھے سب کے سب ہلاک ہوئے اور باقیوں کو اس کے حضور عاجزی اور منت کے ساتھ اپنی خطاؤں کا اقرار کر کے معافی مانگنی پڑی۔

(ملفوظات جلد 1صفحہ424۔جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر بھی رحم کرے جس کی اکثریت اپنی اس تاریخ کو دیکھتے ہوئے، اپنے ان واقعات کو دیکھتے ہوئے مظلوم بننے کی بجائے ظالم بنتے ہوئے ظلم کے قریب جارہی ہے اور امام وقت کو بھی نہیں پہچانتی۔ یہ مثال حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اس لئے دی ہے کہ اس زمانے میں بھی یہی حال ہو رہا ہے۔ مسلمان مسیح و مہدی کو نہیں مان رہے۔ غیر مسلم آنحضرت ﷺ کے متعلق جس طرح کر رہے ہیں یہ ساری چیزیں اگر اصلاح نہ ہو تو ہر مذہب اور ہر قوم کو تباہی کی طرف لے جارہی ہیں۔

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نہایت خیر خواہی سے کہہ رہا ہوں۔ خواہ کوئی میری باتوں کو نیک ظنی سے سنے یا بدظنی سے، مگر مَیں کہوں گا کہ جو شخص مصلح بننا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ پہلے خود روشن ہو اور اپنی اصلاح کرے.........''۔ یہ جو آجکل اصلاح کرنے والے بنے ہوئے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے۔

''.........دیکھو یہ سورج جو روشن ہے پہلے اس نے خود روشنی حاصل کی ہے۔ مَیں یقیناً سمجھتا ہوں کہ ہر ایک قوم کے معلّم نے یہی تعلیم دی ہے لیکن اب دوسرے پر لاٹھی مارنا آسان ہے لیکن اپنی قربانی دینا مشکل ہوگیا ہے۔ پس جو چاہتا ہے کہ قوم کی اصلاح کرے اور خیر خواہی کرے وہ اس کو اپنی اصلاح سے شروع کرے۔ قدیم زمانے کے رِشی اور اَوتار جنگلوں اور بَنوں میں جا کر اپنی اصلاح کیوں کرتے تھے۔ وہ آجکل کے لیکچراروں کی طرح زبان نہ کھولتے تھے جب تک خود عمل نہ کر لیتے تھے۔ یہی خدا تعالیٰ کے قُرب اور محبت کی راہ ہے۔ جو شخص دل میں کچھ نہیں رکھتا اس کا بیان کرنا پرنالہ کے پانی کی طرح ہے جو جھگڑے پیدا کرتا ہے۔ اور جو نور معرفت اور عمل سے بھر کر بولتا ہے وہ بارش کی طرح ہے جو رحمت سمجھی جاتی ہے.........۔''

فرماتے ہیں کہ:''.........میری نصیحت پر عمل کرو جو شخص خود زہر کھا چکا ہے وہ دوسروں کی زہر کا کیا علاج کرے گا۔ اگر علاج کرتا ہے تو خود بھی مرے گا اور دوسروں کو بھی ہلاک کرے گا کیونکہ زہر اس میں اثر کر چکا ہے۔ اور اس کے خواص چونکہ قائم نہیں رہے اس لئے اس کا علاج بجائے مفید ہونے کے مضر ہوگا۔ غرض جس قدر تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اس کا باعث وہی لوگ ہیں جنہوں نے زبانوں کو تیز کرنا ہی سیکھا ہے۔''

(ملفوظات جلد 4صفحہ162-163 ۔جدید ایڈیشن ۔ مطبوعہ ربوہ)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور طریق مل سکے کہ انسان کسی قسم کا تکبر اور فخر نہ کرے۔ نہ علمی، نہ خاندانی، نہ مالی۔ جب خدا تعالیٰ کسی کو آنکھ عطا کرتا ہے تو دیکھ لیتا ہے کہ ہر ایک روشنی جو ان ظلمتوں سے نجات دے سکتی ہے وہ آسمان سے ہی آتی ہے اور انسان ہر وقت آسمانی روشنی کا محتاج ہے۔ آنکھ بھی دیکھ نہیں سکتی جب تک سورج کی روشنی جو آسمان سے آتی ہے نہ آئے۔ اسی طرح باطنی روشنی جو ہر ایک قسم کی ظلمت کو دُور کرتی ہے اور اس کی بجائے تقویٰ اور طہارت کا نور پیدا کرتی ہے آسمان ہی سے آتی ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ وہ چاہے تو اس کو قائم رکھے اور چاہے تو دور کر دے۔

پس سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشیٔ محض سمجھے (یعنی کچھ بھی نہ سمجھے)۔ اور آستانۂ الوہیت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے اور اس نور معرفت کو مانگے جو جذبات نفس کو جلا دیتا ہے اور اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لئے قوت اور حرارت

پیدا کرتا ہے۔ پھر اگر اس کے فضل سے اس کو حصہ مل جاوے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط اور شرحِ صدر حاصل ہو جاوے'۔ (دل کی تسلی ہو جاوے)''تو اس پر تکبر اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی فروتنی اور انکسار میں اور بھی ترقی ہو۔ کیونکہ جس قدر وہ اپنے آپ کو لاشئی سمجھے گا اسی قدر کیفیات اور انوار خدا تعالیٰ سے اتریں گے جو اس کو روشنی اور قوت پہنچائیں گے۔ اگر انسان یہ عقیدہ رکھے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی اخلاقی حالت عمدہ ہو جائے گی۔ دنیا میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنا بھی تکبر ہے اور یہی حالت بنا دیتا ہے۔ پھر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دوسرے پر لعنت کرتا ہے اور اسے حقیر سمجھتا ہے''۔(ملفوظات جلد 4صفحہ213۔جدید ایڈیشن ۔مطبوعہ ربوہ)

آجکل کے جو علماء ہیں ان کا یہی حال ہے۔ پس اپنی اصلاح کے لئے وہی طریق اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتائے گئے ہیں اور عاجزی اور انکساری کو اختیار کرتے ہوئے اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے ورنہ اگر اپنے زور بازو پر بھروسہ ہے اور اپنے علم کو ہی سب کچھ سمجھا جائے تو ایسے شخص پھر جابر اور سرکش تو کہلا سکتے ہیں، اصلاح یافتہ یا اللہ تعالیٰ کی صفت سے فیض نہیں پا سکتے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

''اصلاح کا طریق ہمیشہ وہی مفید اور نتیجہ خیز ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اِذن اور ایماء سے ہو۔ اگر ہر شخص کی خیالی تجویزوں اور منصوبوں سے بگڑی ہوئی قوموں کی اصلاح ہو سکتی تو پھر دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے وجود کی کچھ حاجت نہ رہتی۔ جب تک کامل طور پر ایک مرض کی تشخیص نہ ہو اور پھر پورے وثوق کے ساتھ اس کا علاج معلوم نہ ہولے کامیابی علاج میں نہیں ہو سکتی۔ اسلام کی جو حالت نازک ہو رہی ہے وہ ایسے ہی طبیبوں کی وجہ سے ہو رہی ہے جنہوں نے اس کی مرض کو تو تشخیص نہیں کیا اور جو علاج اپنے خیال میں گزرا اپنے مفاد کو مدنظر رکھ کر شروع کر دیا۔ مگر یقیناً یاد رکھو کہ اس مرض اور علاج سے یہ لوگ محض ناواقف ہیں۔ اس کو وہی شناخت کرتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اسی غرض کے لئے بھیجا ہے اور وہ مَیں ہوں''۔

(ملفوظات جلد 8صفحہ133-134مطبوعہ لندن)

آپؑ فرماتے ہیں کہ ''اس کو وہی شناخت کرتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اسی غرض کے لئے بھیجا ہے اور وہ مَیں ہوں''۔

آپؑ فرماتے ہیں:۔

''اور یہ ذریعہ بغیر امام کے نہیں مل سکتا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانوں کا مظہر اور اس کی تجلیات کا مورد ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ ۔یعنی جس نے زمانے کے امام کو شناخت نہیں کیا وہ جہالت کی موت مر گیا۔(الحکم جلد 9نمبر 18صفحہ 10مورخہ 24؍ مئی 1905ء)

اللہ تعالیٰ دنیا کو بھی اس امام کو ماننے کی توفیق دے تا کہ اللہ تعالیٰ کے انذار سے یہ لوگ بچ سکیں۔ بہت سے غیر از جماعت لوگ ہیں جو خطبہ سنتے ہیں اور اس کے بعد لکھتے بھی ہیں۔ بعض متأثر ہوتے ہیں لیکن خوف کی وجہ سے قبول نہیں کر سکتے۔ کئی ایسے ہیں جن کو ہمارے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے بہت سے پروگرام سننے کی وجہ سے قبولیت کا اللہ تعالیٰ موقع بھی دے رہا ہے، فضل فرما رہا ہے۔ تو ان کو دنیا کے خوف کی بجائے اب زمانے کی آواز کو دیکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پکار کو سننا چاہئے جو مسیح و مہدی کے ذریعہ سے ان تک پہنچ رہی ہے۔ ہمیں بھی جو اس زمانے کے امام کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حقیقت میں اپنی اصلاح کی کوشش کرنے کی توفیق دے۔ عاجزی سے خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے اس نور سے فیض پانے والے ہوں جو ہمارے دلوں کو ہمیشہ روشن رکھے۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل ۔لندن)

صد سالہ خلافت جوبلی

اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشیوں کا اظہار

مکرم ومحترم مولانا نصیر احمد قمر صاحب

عسر اور یسر، تنگی و آسائش اور خوشی اور غم انسانی زندگی کا حصہ ہیں۔ انسانی فطرت ہے کہ جب کسی کو کوئی خوشی پہنچتی ہے تو وہ اس کا اظہار بھی کرنا چاہتا ہے اور بسا اوقات دوسروں کو بھی اس خوشی میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایک دنیا دار انسان جب کوئی خوشی مناتا ہے تو وہ اس خوشی کی مستی میں تہذیب اور اخلاق کی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔

قرآن مجید نے ایک جگہ ایسے شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ فَرِحٌ فَخُوْر (ہود:11) ہو جاتا ہے۔ خوشی کے وقت اپنی کامیابیوں کا سہرا اپنے سر باندھتا ہے اور اتراتا پھرتا ہے۔ خوشی اس پر ایسا قبضہ کر لیتی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو اور اس کی مخلوق کو کلیۃً بھول جاتا ہے۔ نہ اسے خدا کے حقوق کا خیال رہتا ہے اور نہ اس کے بندوں کے حقوق کا۔ پھر کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ خوشی کے اظہار کے ایسے طریق اختیار کرتا ہے جن میں حد سے زیادہ اسراف ہوتا ہے۔ محض نام و نمود اور اپنی قوت اور دولت یا جاہ و حشمت کے اظہار کے لئے تزئین و آرائش، آتش بازی یا رقص و سرود کی محفلوں پر پانی کی طرح پیسہ بہاتا ہے۔ اور بعض دفعہ اپنے تکبّر کے نشہ میں ایسا شخص غرباء و مساکین پر ظلم سے بھی باز نہیں رہتا اور اس سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں جو تہذیب و شائستگی اور اخلاقیات سے بالکل عاری ہوتی ہیں۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خوشیوں کے اظہار کا جو طریق بتایا ہے وہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا اور بہت ہی پُر حکمت اور پُر معرفت ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے مقدس خلفاء کرام کے ارشادات میں اس بارہ میں بہت تفصیل سے رہنمائی موجود ہے۔ ایک مومن کو جب کوئی خوشی پہنچتی ہے تو وہ اس پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے شکر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہر نعمت، ہر خوشی، ہر انعام، ہر ایوارڈ، ہر ترقی، ہر کمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی عطا ہوتا ہے۔ وہی ہر خیر کا سر چشمہ ہے۔ وہی ہے جو ہر قسم کے حسن و احسان کا منبع ہے۔ اس لئے عسر ہو یا یُسر وہ ہر حال میں 'الحمد لله' کہتا ہے اور ہر خوشی کو اپنے رب اور مالک کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ خوشی کا کوئی موقعہ اس کے دل میں تکبر یا رعونت کے جذبات پیدا نہیں کرتا بلکہ اس کا سر پہلے سے بڑھ کر حمد اور شکر کے جذبات سے خدا تعالیٰ کے حضور جھک جاتا ہے اور وہ سجدات شکر بجا لاتے ہوئے اپنے مولا کی نعمتوں اور احسانات کا اظہار کرتا ہے۔

مومن کو سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والے نصرت و تائید کے وعدوں کو بڑی شان سے پورا ہوتا دیکھتا ہے۔ اور پھر جب وہ کوئی خوشی مناتا ہے تو اس میں خدا تعالیٰ کے حقوق سے غافل نہیں ہوتا بلکہ اس کی عبادت اور تقویٰ اور طہارت میں بڑھتا ہے۔ وہ ہر قسم کے اسراف اور نمود و نمائش اور ریا اور تصنع اور بناوٹ سے بچتے ہوئے مخلوق خدا کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی پہلے سے زیادہ توجہ دیتا ہے۔ ان کے دکھوں کو دور کرنے اور انہیں خوشی و آرام پہنچانے کی اپنی کوششوں میں مزید وسعت اور تیزی پیدا کرتا ہے۔ اور ان سب کاموں سے اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس:59) (تو کہہ دے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ خوشی منائیں۔ یہ اس (مال) سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں) پس مومنوں کی خوشیوں کی اساس اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں جو خلافت کی نعمت عطا فرمائی ہے یہ اس کا بہت بڑا فضل اور اس کی عظیم رحمت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی آیت استخلاف میں مومنین اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے خلافت کا جو وعدہ فرمایا تھا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی جو بشارت دی تھی اور پھر حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہودعلیہ السلام نے اپنے بعد قدرت ثانیہ کے ظہوراور سلسلہءخلافت کے دائمی طور پر جاری رہنے کی جوخوشخبری عطا فرمائی تھی، یہ سارے الٰہی وعدے بڑی عظمت اورشان کے ساتھ پورے ہوئے اور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ یہ اللہ کا خاص فضل اور اس کا احسان ہے کہ ہم ان وعدوں کے مورد ہیں اور آسمانی نصرتوں سے معمور خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔اس خلافت کے ذریعہ سے نبوت کا فیض ہم میں جاری ہے۔تمکنت دین کی عالمی مہم کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔خوف کے حالات کو ہم امن کے ساتھ بدلتا ہوا دیکھتے ہیں۔تمام دنیامیں توحید حقیقی کے قیام اورنوع انسانی کوخدائے واحد کے جھنڈے تلے جمع کرنے کی مہمات عظیمہ نئی منزلیں سرکر رہی ہیں۔

خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے گزشتہ سوسال کا ہردن اور ہردن کا ہرلمحہ الٰہی وعدوں کے ایفاء پر روشن گواہ ہے۔تو ہم کیوں خوش نہ ہوں اوراس خوشی میں شامل ہونے کے لئے دوسروں کوبھی دعوت کیوں نہ دیں۔اسی لئے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے صدسالہ خلافت جوبلی کے عظیم منصوبہ کا اعلان فرمایا اورقرآن مجیداوراسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی تفصیلات کو احباب کے سامنے رکھا اور ایک عظیم الشان روحانی پروگرام جماعت کو دیا۔اشاعت اسلام اورخدمت بنی نوع انسان کے بہت سے پروگرام خداتعالیٰ کے فضل سے اس وقت جماعت میں جاری ہیں اور جوں جوں صدسالہ خلافت جوبلی کے سال کا آغاز قریب سے قریب تر آرہا ہے افراد جماعت احمدیہ عالمگیر کے دلوں میں اللہ کے فضلوں اور رحمتوں پرتشکر کے جذبات میں بھی ایک خاص جوش اور ولولہ اورایک عجیب روحانی کیف وسرور کی کیفیت فزوں سے فزوں تر ہوتی چلی جاتی ہے۔خلافت کے عشاق دعاؤں اورعبادات اوراخلاص اورخدمت اورقربانی کے میدانوں میں تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں اورصدسالہ خلافت جوبلی کی تیاریاں ہرپہلو سے عروج پر ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرماتے ہیں :۔’’ مبارک وہ ہے جوکامیابی اورخوشی کے وقت تقویٰ اختیار کرے ‘‘۔(ملفوظات جلداول صفحہ 99 جدیدایڈیشن)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:’’تمہارااصل شکرتقویٰ اورطہارت ہی ہے۔......اگرتم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت وتقویٰ کی راہیں اختیار کرلیں تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو،کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا‘‘۔(ملفوظات جلداول صفحہ 49 جدیدایڈیشن)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے جب خلافت کی سو سالہ جوبلی منانے کا اعلان فرمایا تھا تو یکم اگست 2004ءکوجلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پرآپ نے اپنے خطاب میں فرمایا تھا کہ: ’’میری یہ خواہش ہے کہ 2008ء میں جوخلافت کوقائم ہوئے انشاءاللہ تعالیٰ سَو سال ہوجائیں گےتو دنیا کے ہر ملک میں، ہر جماعت میں جو کمانے والے افراد ہیں، جو چندہ دہند ہیں اُن میں سے کم از کم پچاس فیصد تو ایسے ہوں جوحضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کے اس عظیم الشان نظام میں شامل ہو چکے ہوں۔ اور روحانیت کو بڑھانے کے اورقربانیوں کے یہ اعلیٰ معیار قائم کرنے والے بن چکے ہوں ۔اور یہ بھی جماعت کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک حقیر سانذرانہ ہوگا جو جماعت خلافت کے سَو سال پورے ہونے پر شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کررہی ہوگی ۔اوراس میں جیسا حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایاہے ایسےلوگ شامل ہونے چاہئیں جوانجام بالخیر کی فکر کرنے والے اورعبادات بجالانے والے ہیں‘‘۔

اسی طرح حضورانورایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 6 اگست 2004ءمیں فرمایا:۔

’’جوالٰہی جماعتیں ہوتی ہیں ان کا ایک اورخاصہ بھی ہوتا ہےان کو اپنی ترقیات اپنی کسی قابلیت یااپنی کسی محنت یااپنی کسی خوبی کی وجہ سے نظرنہیں آرہی ہوتی بلکہ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے فضلوں کی وجہ سے ہے نہ کہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے اور پھر جب جماعت بحیثیت جماعت بھی اور ہرفرد جماعت انفرادی طور

پر بھی ان فضلوں کو دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہے، اس کے آگے جھکتا ہے، اس کے آگے گڑگڑاتا ہے کہ اے خدا! تو نے اس قدر فضل ہم پر کئے جو بارش کے قطروں کی طرح برستے جا رہے ہیں ہماری کسی غلطی، ہماری کسی نالائقی، ہماری کسی نااہلی کی وجہ سے بند نہ ہو جائیں۔ اس لئے ہمیں توفیق دے ہمیں طاقت دے اور ہم پر مزید فضل فرما کہ ہم تیرے ان فضلوں کا شکرادا کر سکیں، کیونکہ شکر ادا کرنے کی طاقت بھی اے خدا! تجھ سے ہی ملتی ہے۔ جب یہ سوچ ہوگی اور ہم اس طرح دعائیں بھی کر رہے ہوں گے تو ہم اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے، اللہ تعالیٰ کی اس پیار بھری تسلی کے حقدار بھی بن رہے ہوں گے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم: 8)۔ اگر تم شکرادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا۔ اللہ کرے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے اس وعدے اور اس اعلان کے حقدار ٹھہریں اور کبھی نافرمانوں اور ناشکروں میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب نہ بنیں۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابراہیم:8) یعنی اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ اس لئے ہمیشہ شکر گزاروں میں سے بنے رہو۔ شکر گزاری کے بھی مختلف مواقع انسان کو ملتے رہتے ہیں اور جو مومن بندے ہیں وہ تو اپنے ہر کام کے سدھرنے کو، ہر فائدے کو، ہر ترقی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور پھر اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں اور ہمیشہ عبد شکور بنے رہتے ہیں‘‘۔

اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:۔

’’جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے رسالہ الوصیت میں دو باتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ایک تو یہ ہے کہ آپؑ کی وفات کے بعد نظام خلافت کا اجراء اور دوسرے اپنی وفات پر آپ کو یہ فکر پیدا ہونا کہ ایسا نظام جاری کیا جائے جس سے افراد جماعت میں تقویٰ بھی پیدا ہو اور اس میں ترقی بھی ہو اور دوسرے مالی قربانی کا بھی ایسا نظام جاری ہو جائے جس سے کھرے اور کھوٹے میں تمیز ہو جائے اور جماعت کی مالی ضروریات بھی باحسن پوری ہو سکیں۔ اس لئے وصیت کا نظام جاری فرمایا تھا۔ تو اس لحاظ سے میرے نزدیک میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ نظام خلافت اور نظام وصیت کا بڑا گہرا تعلق ہے اور ضروری نہیں کہ ضروریات کے تحت پہلے خلفاء جس طرح تحریکات کرتے رہے ہیں، آئندہ بھی اسی طرح مالی تحریکات ہوتی رہیں بلکہ نظام وصیت کو اب اتنا فعال ہو جانا چاہئے کہ سو سال بعد تقویٰ کے معیار بجائے گرنے کے نہ صرف قائم رہیں بلکہ بڑھیں اور اپنے اندر روحانی تبدیلیاں پیدا کرنے والے بھی پیدا ہوتے رہیں اور قربانیاں پیدا کرنے والے بھی پیدا ہوتے رہیں۔ یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے پیدا ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے پیدا ہوتے رہیں۔ جب اس طرح کے معیار قائم ہوں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ خلافت حقہ بھی قائم رہے گی اور جماعتی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں گی۔ کیونکہ متقیوں کی جماعت کے ساتھ ہی خلافت کا ایک بہت بڑا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اس کی توفیق دے اور ہمیشہ خلافت کی نعمت کا شکرادا کرنے والے پیدا ہوتے رہیں اور کوئی احمدی بھی ناشکری کرنے والا نہ ہو۔ کبھی دنیاداری میں اتنے محو نہ ہو جائیں کہ دین کو بھلا دیں‘‘۔

خدا کرے کہ ہم اپنے پیارے امام کی ہدایت اور توقع کے مطابق ’’تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہوئے چھوٹی سے چھوٹی نعمت سے لے کر بڑی بڑی نعمتوں کے ملنے پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے والے بنیں۔ اس کے شکر گزار رہیں۔ ہمیشہ عبد شکور بنے رہیں اور نظام خلافت اور نظام جماعت کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اور اس کے لئے قربانیاں بھی دیتے چلے جائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے‘‘۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خوشبو خوشبو یادیں

مکرم مامون الرشید ڈوگر صاحب

خلفاء کی ذات تو احباب جماعت کے لئے روحانی، دینی اور تربیتی احسانوں کے علاوہ اپنے لطف و کرم سے ہر چھوٹے بڑے، مرد اور عورت کے لئے شفقت، محبت اور پیار کا ایسا منبع ہوتی ہے کہ بیشمار مصروفیات ہونے کے باوجود اپنے اوصاف کریمانہ سے دلجوئی اور دلداری اس محبت سے کر رہے ہوتے ہیں جیسے ایک انتہائی شفیق باپ اپنی سگی اولاد کی کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خاکسار پر لطف و کرم اور شفقتوں کے چند واقعات قلمبند کرنے کی کوشش کروں گا۔

حضور انورؒ کی احمد نگر میں زرعی زمین ہمارے ساتھ تھی اور اس طرح ہمیں ہمسائیگی کا شرف حاصل تھا۔ حضور انورؒ (خلافت سے قبل) اکثر اپنی زمینوں پر سائیکل پر جایا کرتے اور اس طرح حضور انورؒ سے ملاقات وسلام کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔ ایک دن میں اپنی زمین سے سائیکل پر کچھ سامان لے کر ربوہ آرہا تھا (یہ قریباً 1978 کی بات ہے جبکہ میں بی۔اے کا طالبعلم تھا) کہ پیچھے سے حضورؒ نے خاکسار کے کندھے کو ہلا کر کہا کہ چلو سائیکل ریس ہو جائے۔ خاکسار نوجوان تھا اس لئے جوش میں آ کر پوری قوت سے سائیکل ریس شروع کر دی کبھی ڈنڈے پر کھڑے ہو کر تو کبھی گدی پر بیٹھ کر۔ غرض ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر حضورؒ کی گرد کو بھی نہ پاسکا۔ انہوں نے مجھے گزوں سے فرلانگ کی لیڈ(lead) دے دی۔

مسجد مبارک سے پہلے والے موڑ پر مین روڈ سے حضور انورؒ اپنے گھر کی طرف مڑا کرتے تھے۔ حضورؒ وہاں کھڑے ہو کر میرا انتظار کرنے لگے۔ خاکسار جب وہاں پہنچا اور جب سانس کچھ درست ہوئی تو استفسار فرمایا کہ آپ کے دادا جان کا کیا نام ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ ماسٹر چراغ محمد صاحب آف کھارا۔ فرمایا کہ صحابہ کے ساتھ ہمیشہ حضرت کا لفظ استعمال کرتے ہیں (اس طرح نہایت پیار سے میری اصلاح بھی فرما دی) اور ساتھ ہی بتایا کہ وہ میرے بھی استاد تھے اور بڑے ہی پیار سے حضرت دادا جانؓ کے واقعات سنانے لگے۔ میں شرمندہ بھی ہو رہا تھا کہ میاں صاحب اتنے بڑے بزرگ اور مصروف الاوقات ہونے کے باوجود میرے ریس میں ہارنے کی وجہ سے سڑک پر کھڑے ہو کر میری دلجوئی فرما رہے تھے۔

آپؒ نے حضرت دادا جانؓ سے متعلق ایک بات بتائی جس کا مجھ پر ابھی تک اثر ہے۔ بتایا کہ آپ کے دادا جان نے اُس زمانے میں اچھی تعلیم حاصل کیا اور پھر حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر ایک اعلیٰ نوکری کی پیشکش کو چھوڑ کر قادیان اسکول میں چند روپوں پر استاد ہو گئے۔ اور پھر بڑے زور سے فرمایا کہ ہمارا خدا اپنے بندے کی چھوٹی سی قربانی کے لئے بھی بڑی غیرت رکھتا ہے۔ اور فرمایا کہ ان چند روپوں نے آج حضرت ماسٹر صاحب کی اولاد کے گھروں کو روپوں سے بھر دیا ہے۔ اور پھر پوچھا کہ بتاؤ آج آپ کے خاندان میں حضرت ماسٹر صاحب کے بچوں کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ جی تین۔ فرمانے لگے دیکھو یہ بھی احمدیت کی سچائی کا ایک نشان ہے۔

کچھ سالوں کے بعد جب آپؒ خلیفۃ المسیح بنے تو خاکسار پہلی ملاقات کے لئے دربارِ خلافت میں حاضر ہوا۔ خاکسار نے ملاقات کے دوران عرض کیا کہ خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک پر کہ مجھے بی اے، بی ایس سی اور ایم اے، ایم ایس سی کے واقفین چاہییں درخواست دے رکھی ہے۔ تحریک

سے قبل کمیشن کے امتحان میں شامل ہونے کی وجہ سے اب کمیشن کی کال بھی آ گئی ہے۔ فرمانے لگے آرمی میں جا کر کیا کرو گے۔ میجر سے اوپر تو ترقی ہو گی نہیں۔ اس لئے آپ چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ تمہاری وقف کی فائیل مجھے بھجوا دیں۔

خاکسار چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت صاحب کا پیغام دیا اور تعارف کروایا۔ آپ نے بہت شفقت اور پیار سے بٹھایا اور فرمایا کہ میں بھی آپ کے دادا جان کا شاگرد ہوں اور ساتھ کہا کہ کل آنا۔ خاکسار جب دوبارہ چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ اس تحریک کے ذمہ دار مکرم مرزا غلام احمد ہیں مگر انہیں آپ کی فائیل نہیں مل رہی اور ساتھ کہنے لگے کہ جٹ زمیندار طبیعت کے لئے وقف کوئی آسان امر نہیں ہے۔ تم نے نیت کر لی ہے اللہ قبول کرے گا اور خدمتِ دین کے کافی مواقع بغیر وقف کے بھی مل جائیں گے۔ (اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے اور مقبول خدمت دین کے مواقع نصیب میں کرے۔ آمین ثم آمین)

خاکسار دوبارہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ دفتر والوں کو فائیل نہیں مل رہی۔ اس پر حضور انورؒ نے فرمایا کہ باہر چلے جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میری نہ تو کوئی واقفیت ہے اور نہ ہی کوئی اوقات تو ویزہ کیسے ملے گا۔ آپؒ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو بلوایا اور ہدایت دی کہ تبشیر کو کہیں کہ اس کو ویزہ لے دیں اور ساتھ فرمایا کہ جرمن ایمبیسی میں مسز فاران احمد ہیں اگر ایمبیسی میں جائیں تو انہیں میرا اسلام کہنا۔

پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا خط لے کر میں وکیل التبشیر مکرمی مسعود جہلمی صاحب کے دفتر حاضر ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ ان دنوں کس ضلع میں بطور مربی کام کر رہے ہو۔ میں نے کہا کہ میں تو مربی نہیں ہوں۔ کہنے لگے کہ تبشیر تو صرف مربیان یا واقفین زندگی کے ویزے لگواتی ہے۔ خاکسار نے عرض کی کہ تو پھر اس خط پر لکھ دیں تا کہ میں یہ واپس پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو دے دوں۔ اس پر کہنے لگے کہ سمجھ سے باہر ہے۔ چلو بیٹھو! پھر انہوں نے مجھے دو خط دیئے ایک جرمن ایمبیسی کے نام اور دوسرا سویٹزر لینڈ کی ایمبیسی کے نام۔ خاکسار کو میرے پیارے آقا کی غیر معمولی عنایات کی وجہ سے ویزے ملے اور پھر سویڈن میں بزنس ویزہ اور مستقل ویزہ لینے میں حضور انورؒ کی بے شمار دعائیں اور راہنمائی قدم قدم پر میرے ساتھ رہی۔ حضور انورؒ کا یہ مجھ پر اور ہمارے خاندان پر احسان عظیم ہے۔ جُزاہُ اللہ احسن الجزاء۔ آپؒ میرے پیارے محسن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیش آپؒ کی روح پر اپنی رحمتوں، فضلوں اور احسانوں کی بارش کرتا چلا جائے۔ آمین ثم آمین۔

یہاں یہ ناشکری ہوگی اگر میں مکرم مقصود احمد وِرک صاحب اور مکرم محمود احمد وِرک صاحب کا ذکر نہ کروں۔ میرے ویزوں کے حصول میں یہ دونوں بھائی خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا وسیلہ بنے اور یہ ان کا مجھ پر احسان ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزا

یہ 1990/91 کی بات ہے جبکہ حضور انورؒ کے دورہ سویڈن کے دوران دوسرے شہروں سے افرادِ جماعت کی ایک بڑی تعداد یوتھے بوری میں تھی۔ ملاقات پر مجھ سے استفسار فرمایا کہ کتنے افراد گھر میں ٹھہرائے ہیں۔ تعداد بتانے پر پوچھا کہ کتنا بڑا گھر ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضور دو بیڈ روم ہیں اور ساتھ ہی عرض کیا کہ دل میں اتنی جگہ ہے کہ ابھی اور بھی سما سکتے ہیں۔ جس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی دُعا دی کہ اللہ بڑا گھر دے۔ اس رحیم و کریم خدا نے آپ کی دعا پر چند ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ لفظاً

لفظاً پورا کر دیا۔ فالحمدالله عَلیٰ ذَالک
میری شدید خواہش تھی کہ جو گھر خدا تعالیٰ نے ہمیں حضور انورؒ کی دعا کی قبولیت کی بدولت عطا فرمایا ہے اس میں حضور انورؒ بھی تشریف لائیں۔ ایک دورہ کے موقع پر دعوت دی تو حضور انورؒ نے بے شمار مصروفیات کے باوجود ازراہِ شفقت منظور فرمایا اور تشریف لائے۔ ایک ایک کمرے گئے اور دلجوئی فرماتے رہے۔ حضور انورؒ صوفہ پر تشریف فرما ہوئے تو میں ساتھ کھڑا تھا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں زمین پر بیٹھ گیا۔ تو اس پر مجھے فرمایا کہ میرے ساتھ بیٹھو۔ مجھ ہیچمدان کے ساتھ یہ سلوک اور یہ عزت افزائی۔ اللہ اللہ کیا شان تھی اس وجود میں! اے اللہ تو اس عظیم انسان پر اپنی ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرما۔ آمین ثم آمین

حضور انورؒ سے جب بھی ملاقات کی سعادت نصیب ہوتی ایک انتہائی شفیق باپ کی طرح لندن آنے کا مقصد پوچھتے۔ بیگم کا اور بچوں کا حال پوچھتے۔ کاروبار سے متعلق پوچھتے اور کبھی کبھی ہدایات سے بھی نوازتے۔ کیا پیار اور محبت کا سلوک تھا اپنے غلاموں کے ساتھ!

ایک ملاقات کے دوران میں نے عرض کیا کہ حضورؒ میری پانچ بیٹیاں ہیں اور کوئی بیٹا نہیں۔ میں اپنے تئیں خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ میری ایک نسبت آپ سے بھی ہے (خدا جانے مجھ سے ایسی بات کیسے ہوگئی)۔ آپؒ مسکرائے اور پھر بیٹیوں کی وجہ سے گھر میں برکتوں کا ذکر فرمایا۔ پھر بیٹیوں کی عمریں پوچھیں اور ساتھ فرمایا کہ اگر کہیں کوئی رشتہ پسند ہوا اور کہلوانا ہوا تو مجھے بتانا۔ یہ سب ذرہ نوازیاں تھیں اور آپؒ کے احسانات ورنہ بندہ عاجز اور حقیر ان الطافِ کریمانہ کا کس طرح مستحق ہوسکتا تھا۔

مسجد ناصر یوتھے بوری جماعتی ضروریات کے لئے چھوٹی ہوگئی تھی اور اس کی توسیع کا معاملہ زیر غور تھا۔ حضور انورؒ مسجد ناصر میں تشریف فرما تھے اور آپؒ نے اپنی موجودگی میں ایک تعمیر کمیٹی تشکیل فرمائی اور اس کا صدر خاکسار کو مقرر فرمایا۔ مسجد ناصر کی زمین حکومت سے 100 سالہ لیز پر لی گئی تھی۔ فرمایا کہ پہلے اپنی جگہ خریدیں پھر تعمیر کا پروگرام بنائیں۔ دو سال کی تگ و دو کے بعد کونسل نے مسجد کی جگہ کو ہمیں 1,3 ملین کرونز میں فروخت کا فیصلہ کیا۔ خاکسار حضور انورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کونسل نے فروخت کے لئے جو رقم بتائی تھی عرض کی۔ فرمایا مناسب قیمت ہے فوراً لے لیں۔ خاکسار نے اپنی ناسمجھی اور ناعاقبت اندیشی سے بجائے فوری تعمیلِ ارشاد کی بجائے عرض کیا کہ حضورؒ اگر اجازت دیں تو مزید سودے بازی کرلوں۔ فرمایا کہیں زمین نہ گنوا بیٹھنا۔ پھر کچھ توقف فرمایا (عاجز کا یقین ہے کہ آپ نے اس دوران دُعا کی) اور پھر کھڑے ہوگئے۔ میں سمجھا کہ ملاقات ختم ہو گئی ہے اس لئے فوری طور پر باہر جانے کے لئے کھڑا ہوگیا۔ حضورؒ اپنی کرسی سے میری طرف تشریف لائے اور معانقہ کا شرف بخشا اور زور سے اپنے سینے کے ساتھ بھینچ کر فرمایا سودے بازی کی اجازت ہے۔ اللہ! اللہ! نہ صرف ایک حقیر عاجز غلام کی جسارت کو معاف فرمایا بلکہ دُعا کے ساتھ اجازت مرحمت فرما کر غلام کی دلجوئی بھی فرمائی۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی قبولیتِ دعا کا اعجازی نشان دکھایا اور ہمیں زمین ہماری خواہش والی قیمت یعنی صرف پانچ لاکھ میں خدا تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ الحمد اللہ

تعمیر مسجد ناصر کے دوران ساری جماعت نے اور خاص طور پر تعمیر کمیٹی نے ہر لمحہ، ہر مشکل اور پریشانی میں حضور انورؒ کی دعاؤں کے طفیل اپنے پیارے اللہ، اپنے پیارے مولا اور اپنے سچے بادشاہ کی تائیدات و نصرت کو ہمیشہ اپنے ساتھ پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ازدیاد ایمان کے لئے اس دنیا میں اپنے سب سے

پیارے وجود خلیفۃ المسیح کی قبولیت دعا کے نظارے ہمیں دکھائے۔ الحمدللہ یارب العالمین

حضور انورؒ کی بیماری کے آخری ایام تھے۔ خاکسار ملاقات کے لئے حاضرِ خدمت اقدس ہوا۔ آپؒ کی صحت دیکھ کر بغیر کچھ بولے میرے آنسو نکل گئے۔ حضورؒ نے سمجھا کہ مجھے کوئی پریشانی ہے۔ بے چین ہو کر استفسار فرمایا کہ کیا پریشانی ہے۔ سب خیریت ہے۔ میں اپنے دل کی کیفیت کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے عرض کی کہ سب خیریت ہے۔ بس آپ کو دیکھ کر دل بھر آیا۔ اس پر آپؒ نے تسلی دی۔ پیار کیا اور پھر کھڑے ہو کر میرا ایک ہاتھ اپنے ایک ہاتھ میں لے کر اور میرا دوسرا ہاتھ اپنی کمر کے گرد لپیٹ کر دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا اور پھر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو کہا کہ فوٹو لیں۔۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ خدا کے اس پاک و مطہر اور مقدس وجود کے ساتھ میری یہ آخری ملاقات اور آخری تصویر ہے۔ آپؒ کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اپنے محبوب ترین محمد رسول اللہ ﷺ کا قرب و محبت عطا ہو۔ آمین ثم آمین

حضور انورؒ کے احسانات لطف و کرم اور محبت کا تو یہ عالم تھا کہ میری طرح ہر شخص یہ سمجھا تھا کہ اس پر حضورؒ کی خاص نظرِ کرم ہے۔ آپؒ خدائے رحیم و کریم کے رنگ میں رنگین ہر کس و ناکس پر ایک انتہائی شفیق باپ کی طرح مہربانیوں، شفقتوں اور لطف و کرم کا ایک گھنا سایہ دار درخت تھے۔ آپؒ کی شفقت و محبت کے بے شمار واقعات ہیں جنکی شیریں یادیں ہمیشہ حضورؒ کے لئے بے انتہا دعاؤں کا موجب بنتی رہیں گی۔

آنکھ سے دُور سہی دل سے کہاں جائے گا
جانے والے تو ہمیں بہت یاد آئے گا

(جاری ہے)

مناقب نورالدین اعظم

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ اپنی تصنیف "تذکرۃ المہدی" میں تحریر فرماتے ہیں:

مناقب نورالدین اعظم: اب مجھے خلیفۃ المسیح کی بارگاہ میں کئی قسم کا شرف ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ ہمارے مرشدوں کی اولاد سے ہیں اور دوسرا اس سے زیادہ شرف یہ کہ آپ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود امام زمان عالی جناب مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القیام کے خلیفہ اور جانشین ہیں اور ایک یہ شرف کہ حضرت اقدس علیہ السلام بار بار مجھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تفسیر قرآن آسمانی تفسیر ہے صاحبزادہ صاحب ان سے قرآن پڑھا کرو اور ان کے درس میں بہت بیٹھا کرو اور سنا کرو اگر تم نے دو تین سیپارہ بھی حضرت مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کرنے کا ملکہ ہو جاوے گا۔ یہ بات مجھ سے حضرت اقدس علیہ السلام نے شاید پچاس مرتبہ کہی ہوگی اور در حقیقت میں اسرار قرآنی اور تفسیر کلام رحمانی سے ناآشنا اور ناواقف تھا۔ پس میں حضرت اقدس علیہ السلام کے فرمانے سے درس میں بیٹھنے لگا اور قرآن شریف سننے لگا اور پھر ایک لطف ایسا آنے لگا کہ جس کا بیان میری خیز تحریر سے باہر ہے اور آپ کی ہی برکت سے مجھے قرآن شریف کی تفہیم ہوتی گئی اور خود حضرت اقدس علیہ السلام بھی مجھے پڑھایا کرتے تھے اور مطالب قرآن شریف سمجھایا کرتے تھے۔ اور ایک شرف مجھے آپ سے یہ ہے کہ میں نے بخاری شریف کا کچھ حصہ آپ سے پڑھا ہے اور تھوڑے سے حصہ میں حضرت میر ناصر نواب صاحب مدظلہ العالی بھی میرے شریک اور ہم سبق رہے۔ در حقیقت قرآن شریف اور بخاری شریف کے سمجھنے کا حق بعد حضرت اقدس علیہ السلام نورالدین ہی کا ہے۔ جس کا نام ہی نور دین ہو وہ نور قرآن سے حصہ نہ لے تو اور کون لے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو قرآن شریف کا یہاں تک عشق و محبت ہے کہ کوئی وقت آپ کا قرآن شریف سے خالی نہیں ہے اور اندر زنانہ مکان میں جا بجا قرآن شریف رکھے ہوئے ہیں تاکہ دیکھنے میں دیر نہ لگے اور سستی و کسل برپا نہ ہو۔ جہاں ہوں وہیں قرآن شریف دیکھ لیں۔ ایک دفعہ آپؓ فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ جو مجھے بہشت میں اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں اور طلب کروں تاکہ حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں پڑھاؤں سناؤں۔

(صفحہ 174-175)

اطاعتِ خلافت

مکرم سجاد احمد صاحب

اطاعت خود فراموشی کی منزل
حقیقت میں اطاعت خود فروشی

اطاعت کے بغیر دنیا کا کوئی نظام نہیں چل سکتا اور اطاعت ہر نظام کے لئے ریڑھ کی ہڈی ہے۔ مگر دنیوی نظام میں اطاعت منصب و دولت کے حصول کی خاطر ہوتی ہے جبکہ دین میں اطاعت اور عدم اطاعت کا اثر اخروی زندگی پر پڑتا ہے اسی اطاعت پر ایمان اور عدم ایمان کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ اطاعت کرنے والا مومن اور انکار کرنے والا فاسق کہلاتا ہے۔ اطاعتِ خلافت ایک نعمت ہے جو رضائے باری تعالےٰ کی صورت میں مومن کو ملتی ہے اور اس پر جزا و سزا اسی طرح مرتب ہوتی ہے جس طرح نبی پر ایمان یا اس کے انکار کی صورت میں انسان خدا تعالیٰ کی رضا یا اس کے قہر کا مورد بنتا ہے۔

اطاعت کی اس عظیم الشان نعمت کا اظہار خدا تعالیٰ نے خلافت کے قیام کے ساتھ ہی کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما کر بتایا کہ انسان کی تمام تر سعادتیں جذبہ اطاعت میں مضمر ہیں اور تمام تر شقاوتیں نافرمانی کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں۔ سعادتوں کا یہ سرچشمہ نبوت کے بعد خلافت ہے جس سے پہلو تہی دامن فسق سے ہمکنار کرتی ہے۔ (مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ) اور پھر انسان اپنی مومنانہ حیثیت کھو کر ابلیس کا روپ دھار لیتا ہے۔ گویا یہی اطاعت کی نعمت ہے جو خدا کی رحمتوں کا امیدوار بناتی ہے اور اسی منصب کی نافرمانی خدا کی رحمتوں سے دور اور مایوس کرتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑی کثرت کے ساتھ اطاعت امام پر زور دیا ہے کیونکہ ہر نظام کی عموماً اور جماعت مومنین کی خصوصاً ترقی کا انحصار اطاعت خلافت پر ہے۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے..... ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لاتا ہوں۔ ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں خدا کے حضور اس کے ان دعووں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے جب تک جماعت کا ہر شخص.......اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لحظہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا'' (الفضل 15 نومبر 1946ء صفحہ 6)

اسی طرح فرمایا:۔'' خلیفہ استاد ہے اور جماعت کا ہر فرد شاگرد۔ جو لفظ بھی خلیفہ کے منہ سے نکلے وہ عمل کئے بغیر نہیں چھوڑنا۔''

(الفضل 2 مارچ 1946 صفحہ 3)

پس ایک مومن کے لئے اطاعت خلافت فرض اوّلین ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نصیحت فرماتے ہیں:۔

'' اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ ابلیس نہ بنو۔''

(بدر 4 جولائی 1912ء)

خلافت کے تعلق میں مومنوں کی سب سے اہم اور بنیادی ذمہ داری نظام خلافت سے دلی وابستگی اور خلیفہ وقت کی غیر مشروط مکمل اطاعت ہے۔ جب یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ خلیفہ خدا

بنا تا ہے اور جس کو خلیفہ بنایا جاتا ہے وہ دنیا میں خدا کا نمائندہ اور سب سے محبوب شخص ہوتا ہے تو پھران باتوں کا لازمی تقاضا ہے کہ ایسے بابرکت وجود سے دل و جان سے محبت کی جائے اور اپنے آپ کو کُلیتاً اس کی راہ میں فدا کر دیا جائے۔ یہ مضمون سورہ النور کی آیت استخلاف کے مطالعہ سے خوب روشن ہو جاتا ہے ۔خلافت کے مضمون سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور خلافت کے ذکر کے معاً بعد پھر اطاعت رسول کا ذکر موجود ہے۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں بلکہ اس میں یہ عظیم نکتہ مخفی ہے کہ خلیفہ کی اطاعت دراصل رسول ہی کی اطاعت ہے۔ اور رسول کی اطاعت کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ اس کے خلیفہ کی اطاعت بھی اسی وفا اور جانفشانی سے کی جائے جس طرح رسول کی اطاعت کا حق ہے۔

خلیفہ وقت سے دلی وابستگی کی اہمیت اور فرضیت کے ذکر میں رسول مقبول ﷺ کی یہ تاکیدی حدیث بھی ہمیشہ مد نظر رہنی چاہئے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

فَاِنْ رَاَیْتَ یَوْمَئِذٍ خَلِیْفَةَ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ فَالْزِمْهُ وَ اِنْ نَهُکَ جِسْمُکَ وَ اَخَذَ مَالَکَ اگر تم دیکھو کہ اللہ کا خلیفہ زمین میں موجود ہے تو اس سے وابستہ ہو جاؤ اگر چہ تمہارا بدن تار تار کر دیا جائے اور تمہارا مال لوٹ لیا جائے۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث 22333)

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلافت ہی درحقیقت دنیا میں سب سے بڑا اور قیمتی خزانہ ہے۔ جان و مال سے بڑھ کر قیمتی دولت ہے۔ پس جب یہ دولت کسی جماعت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو تو اس سے چمٹ جانا اور ہر حالت میں چمٹے رہنا ہی زندگی اور بقا کی ضمانت ہے۔

نظام خلافت سے وابستگی کی اہمیت کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

’’ جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے جس پر خدا اپنے الہام نازل فرماتا ہے جس کو خدا نے اس جماعت کا خلیفہ اور امام بنا دیا ہے اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کر کے تم کام کر سکتے ہو۔ اس سے جتنا زیادہ تعلق رکھو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت ہوگی اور اس سے جس قدر دور ہو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں بے برکتی پیدا ہوگی۔ جس طرح وہی شاخ پھل دے سکتی ہے جو درخت کے ساتھ ہو۔ وہ کٹی ہوئی شاخ پھل پیدا نہیں کر سکتی جو درخت سے جدا ہو۔ اسی طرح وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا بھی کام نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹہ کر سکتا ہے‘‘

(روزنامہ الفضل قادیان 20 نومبر 1946 صفحہ 7)

اطاعت وفرمانبرداری اور احکام رسالت پر عمل کرنے کا جو سلسلہ پندرہ صدیاں قبل مکہ کی گلیوں سے شروع ہوا تھا وہ اب بھی جاری و ساری ہے۔ آج ہم سب جس سلسلہ سے وابستہ ہیں اس کی تمام تر تنظیم اور اتحاد کی بنیاد یہی اطاعت ہے۔

اطاعت کیا ہے اور اسکی روح کیا ہے؟ اس کی مثالیں قرون اولیٰ سے لے کر آج تک تاریخ اسلام کے صفحات پر بکھری پڑی ہیں۔ اطاعت روح ہے ترقی کی، اطاعت جان ہے اتحاد جماعت کی ،اطاعت وہ برقی رو ہے جس سے قلوب اور اذہان روشن ہوتے ہیں، اطاعت نام ہے خدا کی خاطر اور اس کے دین کی ترقی کی خاطر ایک مسلسل جدوجہد کا۔

پس خلافت ایک سایہ دار شجر ہے جس کی بقا اور قیام ہماری زندگی کا موجب ہے ہم جو اس سایہ دار شجر کے سائے میں بیٹھے ہیں اس کی آبیاری ہم اطاعت کے پانی سے کریں اور اطاعت کے وہ رخ اختیار کریں جن کی طرف ہمارے خلفاء نے توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:

'' بیعت وہ ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے ''

ہر احمدی کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو اپنے درخت وجود کی سرسبز شاخیں قرار دے کر دراصل ہمیں یہ وصیت فرمائی ہے کہ دیکھو میرے ساتھ اور میرے بعد میرے خلفاء کے ساتھ اگر تم نے تعلق پختہ رکھا اور اطاعت کا حق ادا کیا تو تب ہی تم سرسبز شاداب رہ سکو گے وگرنہ جو تعلق منقطع کرے گا وہ درخت کے زرد پتوں کا انجام دیکھ لے اور عبرت پکڑے۔

(اقتباسات از: نظام خلافت برکات اور ہماری ذمہ داریاں از محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن، حصار امن و ایمان و یقین از مکرم ہادی علی چوہدری مبلغ سلسلہ احمدیہ انگلستان، تقریر مکرم آغا یحییٰ خان صاحب مربی سلسلہ سویڈن)

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اپنی کتاب سیرت حضرت مسیح موعود میں تصنیف فرماتے ہیں:

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر) غربائے جماعت کی خصوصیت سے تعریف کی اور فرمایا کہ:

"جیسے ریل میں سب سے بڑی آمدنی تھرڈ کلاس والوں کی طرف سے ہوتی ہے اس سلسلہ کے اغراض و مقاصد کے پورا کرنے میں سب سے بڑا حصہ غربا کے اموال کا ہے اور تقویٰ طہارت میں بھی یہی جماعت ترقی کر رہی ہے"۔

(صفحہ 157-158)

ایک معجزہ

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ اپنی تصنیف "تذکرۃ المہدی" میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ میری حاضری کا حضرت اقدس کی خدمت میں پہلا موقع تھا جو ۱۸۸۲ء اور ۱۲۹۸ھ تھی۔ ایک روز فرمایا چلو سیر کو چلیں۔ وہ وقت عصر کی نماز کے بعد کا تھا بارش برس کر تھمی تھی تھوڑا سا آفتاب اوپر تھا۔ پس حضرت اقدس علیہ السلام اور میں اور دو یا تین آدمی اور تھے جن کا نام مجھے یاد نہیں۔ سیر کو موضع بوڑ کی طرف چلے ہر جگہ پانی راستہ میں بھرا ہوا اور کیچڑ بہت تھی جس سے چلنا دشوار تھا۔ پس حضرت اقدس علیہ السلام بے تکلف چلتے تھے اور ہم سب تکلف سے قدم دیکھ دیکھ کر اٹھاتے تھے۔ کوئی دو میل کے فاصلے پر نکل گئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب نماز مغرب کا وقت قریب آ گیا چلو واپس چلیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کی جیسے مرضی۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری اور تمام مخلوق کی جان ہے اور روسیاہ ہے وہ اور لعنتی ہے وہ جو بات بنا کر جھوٹ بولے۔ ہم واپس مکان پر آ گئے اور سورج کچھ اوپر ہی تھا اور ہمیں بالکل امید نہ تھی کہ سورج اوپر رہے اور ہم مکان پر پہنچ کر نماز مغرب ادا کریں۔ یہ اس وقت عجیب نظارہ تھا اور یہ ایک معجزہ تھا جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جب مکان پر آئے تو بافراغت وضو کیا اور نماز مغرب ادا کی۔ ہمیں گمان تھا کہ ہم عشاء کی نماز کے وقت مکان پر پہنچیں گے۔ ایک مادی شخص اور اللہ تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں پر ایمان نہ لانے والا شخص جو چاہے سو کہے لیکن اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے اور جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اس نے اپنی قدرت دکھلائی۔ میں نہیں جانتا کہ سورج کھڑا رہا یا زمین چھوٹی ہو گئی یا کیا وجہ ہوئی کہ لمبے عرصہ کی راہ کو چند منٹ میں ہم نے طے کر لیا اور معلوم بھی نہیں ہوا۔ اس قادر مطلق کی طاقتوں اور قوتوں اور قدرتوں میں عجیب اسرار پنہانی ہیں کہ جو نہ لکھنے میں آ سکتے ہیں نہ بیان میں نہ تحریر میں۔ وہ ذات پاک اور اس کے بھیجے ہوئے ایسی ہی قوت اور قدرت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ہم نے آپؑ کی پچیس سالہ صحبت میں تقلیدی خدا نہیں مانا نہیں پہچانا نہیں جانا بلکہ حقیقی اور تحقیقی خدا مانا اور دیکھا اور معلوم ہو گیا کہ خدا ہے اور بے شک ہے۔ وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور جو چاہا سو کیا اور جو چاہے گا سو کرے گا۔

(تذکرۃ المہدی صفحہ 210-211)

یادوں کی مہک

مکرم محمود احمد ورک صاحب

ہمارے خاندان میں احمدیت کی نعمت ۱۹۳۵ء میں داخل ہوئی۔ ہمارے تایا ابو چوہدری مہتاب الدین ورک صاحب انسپکٹر پولیس نے پہلے بیعت کی۔ ان کو کسی نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ایک کتاب پڑھنے کو دی۔ اور جب چند روز کے بعد دریافت کیا گیا کہ چوہدری صاحب اس کے بارہ میں کیا خیال ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ پسند آئی ہے۔ تو پھر جب کہا گیا کہ تو پھر بیعت کر لیں، تو انہوں نے بصد خوشی بیعت کر لی۔ الحمدللہ۔ ۱۹۵۴ء میں ہمارے والد محترم چوہدری خیر الدین ورک صاحب کا وصال ہو گیا۔ ان کی تدفین کے موقعہ پر تایا جان مرحوم ایک درخت پر سہارا لئے روتے رہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر اپنے پختہ ایمان کی وجہ سے جنازہ میں شامل نہ ہوئے کیونکہ محترم والد صاحب احمدی نہ تھے۔ محترم والد صاحب کی وفات پر ہماری والدہ محترمہ مقبول بیگم صاحبہ عرف بے جی نے ہمیں تعلیم دلانے کی خاطر اپنی کوششیں بڑھا دیں اور میرے بڑے بھائی مقصود احمد ورک صاحب کو محترم تایا جان مرحوم کے پاس بھجوا دیا۔ جہاں پر انہوں نے احمدیت بھی قبول کر لی۔ اسی طرح مجھے بھی تایا جان کی بڑی بیٹی کے پاس حصول تعلیم کے لئے بھجوایا۔ وہاں دو سال رہ کر دوبارہ اپنے گاؤں میں آ کر تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ کیونکہ وہاں کا پانی پینے سے میں بیمار ہو گیا تھا۔ جب مڈل کے بعد میٹرک کیلئے نوشہرہ ورکاں کے سکول میں داخل ہوا تو وہاں جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک دکان میں لائبریری کا انتظام تھا۔ میں نے وہاں پر جانا شروع کیا۔ اور بیعت کی سعادت ملی۔ الحمدللہ

میٹرک کے بعد لاہور چلا گیا۔ اور وہاں پر تایا ابو کی وساطت سے ایک ہوٹل میں بطور کیشیر ملازمت مل گئی۔ اور ساتھ شام کو پولی ٹیکنیکل میں داخلہ لیا۔ اسطرح تقریباً ڈیڑھ سال میں کورس مکمل کر کے اپنے بھائی مقصود احمد ورک صاحب حال مقیم ناروے کے پاس سرگودھا گیا جو کہ پاکستان ایئرفورس میں ملازم تھے، انہوں نے ایک افسر مکرم ساجد صاحب سے ملایا جن کی معرفت ملازمت مل گئی اور ایک افسر کے بنگلہ کے ساتھ کوارٹر میں رہنا شروع کیا۔ کھانا ایئرفورس کے میس میں کھا لیتا اور شام کو اس احمدی افسر کے بچوں کو پڑھا دیتا۔ اس دوران میرے بڑے بھائی مقصود ورک صاحب نے اپنے ایک دوست کے ہمراہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ ملاقات کے دوران میرے بارہ میں عرض کیا کہ میں اپنے چھوٹے بھائی کو بیرون ملک بھجوانا چاہتا ہوں۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے از راہِ شفقت فرمایا کہ میری طرف سے میاں طاہر احمد صاحبؒ کو جا کر مل لیں۔ اس طرح حضرت میاں صاحبؒ سے ملاقات ہوئی۔ جب میں نے بتایا کہ میں نے ایرکنڈیشن اور ریفریجریشن کا کورس کیا ہے تو خوش ہوئے۔ حضرت میاں صاحبؒ نے ایک احمدی کا پتہ دیا جن کا نام عبدالباری احمدی حال مقیم کینیڈا ہیں اور فرمایا کہ انکو ڈنمارک میں لکھ کر سفر کی معلومات حاصل کریں۔ ساتھ ہمارے ایک پاسپورٹ افسر کو جو کوئٹہ میں ہوتے تھے، ان کو پاسپورٹ کے حصول کے لئے درخواست بھیجنے کو فرمایا۔ اس طرح سے حضرت میاں صاحبؒ کے ساتھ ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور حضرت میاں صاحبؒ نے متعدد خاندانوں کے فرجوں کی مرمت کے سلسلہ میں فرمایا۔ جو خاکسار نے اپنی توفیق کے مطابق کیا۔

اس دوران میں مکرم عبدالباری صاحب احمدی کی طرف سے تمام

تفصیلات سفر آ گئیں۔مگر پاسپورٹ میں دیر ہوگئی۔کیونکہ یہ جنرل یحییٰ خان کا زمانہ تھا اور پاسپورٹ ملنا خاصہ مشکل تھا۔مگر حضرت میاں صاحبؒ نے دوبارہ کوئٹہ پاسپورٹ افسر صاحب کولکھا کہ کیا آپ میرے سے ناراض ہیں؟ رب العزت انہیں جزا دے،

ایک ہفتہ کے اندر اندر پاسپورٹ ایئر فورس کے ایڈریس پر پہنچ گیا پاسپورٹ ملنے پرکوششیں بڑھا دیں اور بے جی کے پاس گاؤں آیا۔کہ کچھ رقم کا بندوبست ہو سکے۔انہوں نے بڑی کوشش سے کچھ روپے اور زیور اپنی ایک پھوپھی سے لے کر دیا۔مگر رقم ناکافی تھی۔اس کو لے کر حضرت میاں صاحبؒ کو ملنے گیا۔جن سے گول بازار سائیکل پر جاتے ہوئے ملاقات ہوئی۔تمام حالات سے آگاہ کیا، جس پر فرمانے لگے کہ کل دفتر میں آجاؤ، رقم کا بندوبست ہو جائے گا۔اگلے روز جب دفتر گیا تو حضرت میاں صاحبؒ نے ازراہ شفقت مبلغ ۳۰۰۰ روپے کا چیک انجمن کے نام پر دیا۔اور اس طرح سے رب العزت نے رقم کا انتظام فرما دیا۔الحمدللہ

اس کے بعد یورپ سفر کی ابتدا ہوئی جو کہ ایک علیحدہ داستان ہے۔کافی مشکلات کے بعد کوپن ہیگن ڈنمارک پہنچ گئے جہاں مکرمی ومحترمی میر مسعود احمد صاحب مرحوم مبلغ انچارج تھے، انہوں نے ہمیں باپ کی طرح شفقت دی۔رب العزت انہیں جنت الفردوس میں بہترین مقام سے نوازے۔آمین ثم آمین۔

جب آہستہ آہستہ لوگوں کے پاس پیسے آنے لگے تو تمام افراد نے اپنے کام کے ساتھ ساتھ رہنے کا انتظام بھی کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران میں خاکسار نے حضرت میاں طاہر احمد صاحبؒ کو دعا کے لئے خط لکھا اور ان سے لی ہوئی مستعار رقم واپس بھجوا دی۔اور ایک تحفہ ان کی خدمت میں اپنے تایا ابا کی معرفت بھجوایا جو کہ انہوں نے وصول کرنے پر میرے تایا ابا کی گھر میں بہترین

مہمان نوازی کی۔جس کا ذکر وہ اکثر اپنی زندگی میں کرتے رہے۔

میرے بیٹے عزیزم عتیق اور لئیق کی والدہ کی وفات پر جنازہ پاکستان لے جانا پڑا، کیونکہ وہ موصیہ تھیں۔ جب اس کا علم حضرت میاں صاحبؒ کو ہوا تو متعدد بار میرے سسرال کے پاس آتے رہے۔اور پوچھتے رہے کہ جنازہ کب آنا ہے۔اور جب جنازہ آیا تو حضرت میاں صاحبؒ جنازہ کے ساتھ بہشتی مقبرہ گئے اور جنازہ کو کندھا بھی دیا۔اور نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبر تیار ہونے پر دعا کروائی۔فجزاہم اللہ احسن الجزا۔

اس حادثہ کے بعد ڈنمارک سے دل اچاٹ ہونے پر 1979 میں خاکسار یوتھے بوری منتقل ہوا۔ ہمارے یہاں آنے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب دورے پر تشریف لائے۔تو انہوں نے بے جی سے دریافت فرمایا کہ آپ کب سے یہاں ہیں؟ جس پر بے جی نے جواب دیا **"میں تے اس وقت دی اتھے ہاں۔"** حضورؒ نے فرمایا بابا آدم کے وقت سے؟ جس پر تمام احباب ہنس پڑے۔

ناروے کیلئے سفر کی تیاری کرنے کے بعد حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محمود تم ہمیں کارلستاڈ کیلئے راہنمائی کرو۔اس طرح حضورؒ کے قافلے کے ساتھ ناروے جانے کا موقعہ مل گیا۔الحمدللہ۔اور پھر ناروے حضورؒ کے قافلہ کے ساتھ ہیننگ فورس کی سیر کی توفیق ملی۔اور پیارے آقا نے وہاں پر سارے قافلے کوایک ہوٹل میں بہترین لنچ سے نوازا۔الحمدللہ۔یہ ہوٹل ایک خوبصورت جھیل کے کنارے پر تھا۔اگلے روز قافلہ ہالمن کلن سیر کیلئے گیا اور وہاں پر بھی حضورؒ نے سارے قافلے کو نارویجن ہوٹل میں مچھلی اور دیگر لوازمات سے نوازا۔الحمدللہ۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات ہوئی تو میں بوروس میں

رہتا تھا۔ وہاں سے حضرت میر مسعود احمد صاحبؓ کوفون کیا۔ میر صاحب اور خاکسار دونوں روتے رہے اور کوئی بات نہ ہو سکی۔ ہمارے نہایت شفیق آقا ہم سے جدا ہو چکے تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضورؒ کی وفات پر خاکسار اور میرے بھائی بے جی سے پوچھنے لگے کہ اب خلیفہ کون بنے گا؟ تو بے جی کا بے ساختہ جواب تھا کہ میاں طاہر بنیں گے۔ اور بعد میں الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔

خلیفہ منتخب ہونے پر آپؒ نے پہلا دورہ ناروے، سویڈن، ڈنمارک، جرمنی، سپین اور دیگر یورپی ممالک کا کیا۔ ناروے ہوائی اڈے پر جب حضورؒ اترے تو اس وقت خاکسار مع دیگر افراد وہاں موجود تھا۔ جب ہم مشن ہاؤس سے فارغ ہو کر میرے بھائی مقصود ورک صاحب کے گھر گئے۔ تو چار بجے بعد دوپہر خود حضورؒ اچانک وہاں پر تشریف لائے۔ جو ہمارے لئے نہایت مسرت اور حیرت کا موجب ہوا۔ ہمارے ساتھ چائے نوش فرمائی اور محبت اور شفقت سے گفتگو فرماتے رہے۔ الحمدللہ۔

ہم کیا اور ہماری اوقات کیا! یہ سب رب العزت کے فضل اور کرم سے ہوا۔ ناروے کے بعد قافلہ برائے سویڈن روانہ ہوا۔ اور خاکسار کو بھی قافلہ کے ساتھ آنے کا موقعہ ملا۔ الحمدللہ۔ سویڈن مسجد میں قیام کے دوران حضورؒ اپنے قافلہ کے ساتھ میرے ہاں بوروس گئے۔ دیگر اراکینِ قافلہ کا انتظام میں نے ہوٹل میں کیا تھا اور حضورؒ ہمارے گھر تشریف لے گئے۔ چونکہ حضورؒ ہر ملک کی سپیشل ڈِش کھانا پسند کرتے تھے۔ اسلئے خاکسار نے ہوٹل سے وہ ڈِش تیار کروائی۔ جب حضورؒ کھانا کھانے لگے تو اس ڈِش میں چونکہ سِل مچھلی وغیرہ تھی۔ سِل کی ایک خاص بو ہونے کی وجہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ بھی یہ کھاتے ہیں؟ مگر میری بھاوج نے عرض کیا کہ سویڈن کی سپیشل ڈِش ہے۔ آپ کیلئے بنوائی ہے۔ حضورؒ نے فرمایا یہ کھانا تو میرے لئے ناممکن ہے۔ شکر ہے کہ روسٹ مرغی اور دیگر لوازمات بھی موجود تھے۔ مرغی کی ٹانگ پکڑ کر فرمانے لگے یہ مچھلی کو ٹانگیں کیسے لگ گئیں؟ اس موقعہ پر مکرم میاں انس احمد صاحب بھی شامل تھے اور ہم سب یہ سن کر ہنس پڑے۔ اس کے بعد سیدی حضورؒ میری دکان پر تشریف لائے اور وہاں پر دعا کی۔ الحمدللہ۔

سپین کی مسجد کا افتتاح کرنے کے بعد حضورؒ واپس پاکستان چلے گئے۔ اور جلد ہی حالات خراب ہونے پر لندن تشریف لے آئے۔ اور الحمدللہ جہاں پر رب العزت نے جماعت کیلئے بہت سی ترقیات کی راہیں کھولیں۔ وہاں پر ہمارے جیسے کمزوروں کا بھی بھلا ہو گیا۔ جو کہ جا کر حضورؒ سے شرف ملاقات حاصل کر لیتے۔ سالانہ جلسوں اور انصاراللہ کے اجتماعات میں شرکت کی توفیق ملتی رہی۔ ۱۹۸۹ء جب جماعت کا جوبلی سال شروع ہوا۔ جو کہ رب العزت کے فضل سے بہت سی برکات لے کر آیا۔ جب حضورؒ اس کی تقریبات کے ضمن میں سویڈن تشریف لائے۔ تو حضورؒ کے ساتھ مسجد میں ایک پروگرام منعقد ہوا۔ اور ایک پروگرام خاکسار کو روٹری کلب اور گوتھیا ہوٹل میں کروانے کی توفیق ملی۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ سیدی حضور اور تمام قافلہ کو انہوں نے لنچ دیا۔ اگلے روز سیدی تمام قافلہ کے ساتھ خاکسار کے گھر لنچ پر تشریف لائے۔ لوکل اخبار کا نمائندہ بھی آیا۔ سکول کے ایک پرنسپل بھی مدعو تھے۔ پارٹلے اخبار نے اپنی سرخی میں لکھا کہ ایک خلیفہ کا پارٹلے میں ورود۔ مکرم شیخ طاہر احمد صاحب مرحوم نے انٹریکیو تیار کیا جو کہ حضورؒ نے بہت پسند فرمایا۔ کھانے کے بعد پیچھے باغیچہ میں بیٹھ کر مکرم سرور صاحب شیخوپوری سے نظم سنی۔ اسکے بعد حضورؒ نے بچوں کے کھیلنے کی جگہ کا دریافت کیا۔ جو کہ خاکسار نے دکھائی جس پر بہت خوش

ہوئے۔

اس کے بعد کالمار کا پروگرام تھا۔ تمام سفر میں خاکسار کو ساتھ رہنے کی سعادت ملی۔ مکرمی ملک نسیم احمد صاحب نے ادھر بہترین انتظام Folket hus میں کیا ہوا تھا۔ جس میں تقریباً تمام مقامی دانشور اور سیاسی شخصیات شامل تھے۔ اس موقعہ کی مناسبت سے ان کی طرف سے ایک کیک تیار کیا گیا جس پر ویلکم حضور لکھا تھا۔

اسی سال حضورؒ کے اگلے دورہ میں کالمار میں تمام سیاسی افراد سے کمیون ہاؤس میں میٹنگ ہوئی اور اسکے بعد انہوں نے سیدی حضورؒ کو ایک ہوٹل میں لنچ دیا۔ اس موقعہ پر حضورؒ اپنی گفتگو کے دوران ناروے کی بہت تعریف کرنے لگے۔ خاکسار نے عرض کی کہ حضورؒ انکا تو ناروے کے ساتھ سوکن والہ حساب ہے۔ حضورؒ یہ سننے کے بعد مسکرائے اور تمام احباب کو جو کھانا کھا رہے تھے انہیں ترجمہ کر کے بتایا۔ کہ محمود مجھے خبردار کر رہا ہے۔ جس پر تمام افراد ایک ساتھ ہنسنے لگے اور محفل مزید رونق افروز ہوگئی۔ اس کے بعد مالمو اور کوپن ہیگن تک قافلہ کے ساتھ جانے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔

کاروبار کے سلسلہ میں خاکسار لندن جاتا رہتا تھا۔ اور سیدی حضورؒ سے ملاقات بھی کرنے کے خوب مواقع ملتے۔ خاکسار کے ساتھ بے جی بھی تشریف لے جاتیں تو حضورؒ بے جی سے پنجابی میں گفتگو فرماتے۔ اور بے جی حضرت بیگم صاحبہ کو ملنے اوپر گھر بھی تشریف لے جاتیں۔ اور حضرت بیگم صاحبہ محبت اور شفقت سے پیش آتیں۔ جب حضورؒ کی دوسری بیٹی کی شادی کی تقریبات لنڈن میں ہوئیں تو حضورؒ نے امیر صاحب کے علاوہ دیگر چند افراد اور خاکسار کو بھی مدعو کیا۔ الحمدللہ

جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا وصال ہوا تو میرے بیٹے عزیزم عتیق محمود نے مجھے کام پر اطلاع کی، تو یقین نہ آیا۔ چونکہ رات ہم حضورؒ کی محفل سوال و جواب سن چکے تھے اور اچانک اس خبر کی کوئی توقع نہ تھی۔ ناچار ہو کر امیر صاحب کو فون کیا، اور تصدیق ملنے پر جذبات بے تاب ہو گئے مگر اللہ کی رضا پر راضی ہو کر بالآخر **انا للہ و انا الیہ راجعون** پڑھا۔

اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو حضرت مصلح موعودؓ کو بھی دیکھنے کی سعادت عطا فرمائی۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دوروں میں قریب رہنے اور سفر میں شریک ہونے اور اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے سفروں میں ساتھ رہنے کی سعادت بھی عطا فرمائی۔ الحمدللہ۔

رب العزت سے دعا ہے کہ جس طرح ماضی میں خلفاء کرام کی شفقت اور محبت سے مستفیض ہونے کی سعادت عطا فرمائی ہے اسی طرح آئندہ بھی یہ شفقت اور محبت ملتی رہے۔ آمین ثم آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

’’حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے متعلق کہ رات کو سُبْحَانَ اللّٰہ ،اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھ کر سوئے ایک نکتہ لکھا ہے۔ وہ یہ کہ جیسا کسی کو تحفہ وہدیہ دیں ویسا ہی انعام ملتا ہے۔ جناب الٰہی میں جو تسبیح وتحمید کا تحفہ پیش کیا جاتا ہے خدا تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس شخص کو جس نے ہدیہ پیش کیا گناہوں سے پاک کردے گا اور پسندیدہ افعال سے محمود بنائے گا‘‘۔

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 471)

خلیفہ خدا بناتا ھے

مکرم قریشی فیروز محی الدین صاحب

عربی زبان میں خلیفہ کے معنی ہیں مَنْ یَخْلَفُ غَیْرَہٗ وَیَقُوْمُ مَقَامَہٗ یعنی جو کسی کے بعد آنے والا اس کا جانشین اور اس کے نائب کے طور پر اس کے فرائض ادا کرنے والا ہے۔ اصطلاحی طور پر خلیفہ کا لفظ انبیاء کے لئے، جو خلیفۃ اللہ ہوتے ہے، اور جو انبیاء کی وفات کے بعد ان کے کام کو جاری رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بولا جاتا ہے۔

خلیفہ کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ انبیاء جو ہمارے جیسے انسان ہوتے ہیں وہ بسا اوقات اپنے کام کی تکمیل سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں ان کے ہاتھوں سے لگائے ہوئے پودوں کی آبیاری اور ان کے تناور درخت بنانے کے لئے اور وجودوں کی ضرورت ہوتی ہے جو یکے بعد دیگرے انبیاء کے کام کو جاری رکھ سکے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبوت کے بعد خلافت قائم ہوتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جب ضلالت اور گمراہی چھا جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ کر اپنے کسی محبوب کو بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ راست پر لانے کے لئے مبعوث فرماتی ہے۔ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ جن لوگوں کے سپرد یہ ذمہ داری کرتا ہے دنیا دار لوگوں کی نظر میں ان کی کوئی بھی اہمیت نہیں ہوتی۔ پھر یہ بظاہر ناکارہ شخص مخالفت کے طوفانوں میں گھرا ہوا وہ عجائب کام دکھلاتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے اور یہ امر تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہو جاتی ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس کی تائید اس شخص کو حاصل ہے۔

اپنی ہستی کا ایک اور ثبوت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ایسی حالت میں اپنے پاس بلا لیتا ہے جب اپنے بھی اس کی موت کو بے وقت سمجھ کر نہایت فکرمند ہوتے ہیں اور دشمن اس سلسلہ کا خاتمہ گمان کر کے بغلیں بجاتا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ جس قادر و توانا ہستی نے نبی کو مبعوث فرمایا تھا وہی اس کے کام کو کامیابی کے ساتھ جاری رکھنے والے خلفاء کا تقرر فرمائے گا۔ بے شک نبی کی پیدا کی ہوئی مخلصین کی جماعت انتخاب میں حصہ لیتی ہے مگر الٰہی تصرف کے تحت ان کے دل خلافت کی ذمہ داریاں اٹھانے کے قابل شخص کی طرف مائل کر دیتے ہیں۔ یہ عاجز خلافت ثالثہ کے انتخاب میں حصہ لینے کی وجہ سے اس امر کا عینی شاہد ہے۔ اس وجہ سے کہ خلافت نبوت کا تتمہ ہے۔ جماعت کے انتخاب میں حصہ لینے کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب بن جاتا ہے اور انتخاب کرنے والوں کو خلیفہ کو معزول کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

حضرت اقدس محمد ﷺ کی بعثت ثانیہ میں حضور ﷺ کے سچے عاشق اور اسلام کے فتح نصیب جرنیل حضرت مسیح موعودؑ کا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو صبح کے دس بجے لاہور میں وصال ہوا۔ وفات سے کوئی تین سال قبل ۱۹۰۵ء کے آخر میں حضور کو الہامات کے ذریعے وفات کے وقت کے قریب آنے کے متعلق اطلاعات دی گئیں۔ ایک روز دو تین گھونٹ پانی دکھایا گیا اور ساتھ ہی الہام ہوا "آبِ زندگی" یعنی زندگی کے دو تین سال ہی باقی ہیں پھر الہام ہوا قَرُبَ اَجَلُکَ الْمُقَدَّرُ۔ یعنی تیری وفات کا وقت قریب ہے۔ ان الہامات کی روشنی میں حضور نے اپنے آخری سفر کی تیاری شروع کر دی۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں رسالہ الوصیت میں اپنی وفات کے بارہ میں الہامات تحریر فرمانے کے بعد خلافت احمدیہ کے دائمی سلسلہ کے جاری ہونے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین

میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَ غْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ. اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا نبیوں اور رسولوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راست بازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔لیکن اس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے۔اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں"۔(الوصیت صفحہ 8-9)

پھر فرمایا:"سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔سو اب ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" (الوصیت صفحہ 10)

بالآخر وہ گھڑی جس کے تصور سے مسیح محمدیؑ کے عشاق کے دلوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا آ کر ہی رہی۔وفات سے چند روز قبل ۲۰ مئی کو الہام ہوا۔اَلرَّحِيل ثم الرحيل والموت قريب۔ یعنی کوچ کا وقت آ گیا ہے اور موت قریب ہے ۲۵ اور ۲۶ مئی کی درمیانی رات گیارہ بجے کے قریب حضورؑ کو اسہال کی تکلیف ہوئی اور ہر ممکن علاج کے باوجود طبیعت سنبھل نہ سکی اور ۲۶ مئی کو حضورؑ ۱۰ بجے کے قریب وفات پا گئے اور اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئے۔اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔آخری وقت میں جو الفاظ آپ کی زبان مبارک سے سنے گئے وہ تھے:"اللہ! میرے پیارے اللہ" اگر چہ حضور کی جلد وفات کے بارے میں الہامات سے اپنے اور بیگانے بخوبی آگاہ تھے تاہم ایک مختصری بیماری کے نتیجہ میں اچانک وفات سے احباب جماعت پر جو گزری ہو گی اس کا اندازہ لگانا آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں وہ اس صدمے سے بیحال تھے۔مسلم اور غیر مسلم شرفا نے دل کھول کر اسلام کے دفاع اور حمایت میں نہایت کامیاب علمی جہاد پر خوب خوب ہی خراج تحسین پیش کیا۔اور دوسری طرف شریر الفطرت مولویان نے اپنے دلی بغض اور حسد کے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔وہ یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ اب یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ان کا یہ خیال سراسر غلط ثابت ہوا۔حضرت مسیح موعودؑ کی خلافت کے قیام کے بارے میں دی گئی خوشخبری پوری ہوئی اور تائید ایزدی سے جماعت نے حضرت حاجی الحرمین حافظ مولانا نور الدینؓ کے دست مبارک پر بیعت کر کے عہد کیا کہ وہ ان کی ایسی ہی اطاعت کریں گے جیسی وہ حضرت مسیح موعودؑ کی کرتے تھے۔

یہاں یہ امر بیان کرنا ضروری ہے کہ آیت استخلاف ۲۴:۵۶ میں خلیفہ بنانے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔جو وعدہ کرتا ہے وہی دیتا ہے۔نہ یہ کہ وعدہ تو کوئی اور کرے اور پورا

کوئی اور کرے۔کوئی شخص خلافت کی خواہش کر کے خلیفہ نہیں بن سکتا اور نہ کوئی منصوبہ کے تحت خلیفہ بن سکتا ہے۔خلیفہ وہی ہوگا جسے خدا خلیفہ بنانا چاہتا ہے بلکہ بسا اوقات وہ ایسے حالات میں خلیفہ بنے گا جبکہ دنیا اس کے خلیفہ ہونے کو ناممکن خیال کرتی ہوگی۔

خلیفہ کی علامت اس آیت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے دین کو تمکنت یعنی مضبوطی حاصل ہوتی ہے اور مومنین کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دیا جاتا ہے۔اگر کسی خلیفہ کے ذریعے مذکورہ بالا مقاصد پورے ہو جائیں تو اس کے مُؤیّد مِنَ اللّٰہ ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات کے بعد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ اپنی جوانی کے زمانے میں خلیفہ ثانی منتخب ہوئے ۔بڑی بڑی عمر والے اور اپنے خیال میں عالم وفاضل افراد نے جو اپنے آپ کو خلافت کے زیادہ حقدار سمجھتے تھے وہ علیحدہ ہو کر لاہور چلے گئے ۔مگر

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

اس نوجوان خلیفہ نے پچاس برس سے زیادہ اس شان سے خلافت کی ذمہ داریوں کو نبھایا اور ایسی دانشمندی سے جماعت کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے نکال کر کامیابی کی راہ پر ڈالا کہ اپنے اور پرائے عش عش کرنے لگے ان کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ تیسرے خلیفہ بنے ان کے زمانے میں بھٹو نے اپنی حکومت کے زور کو کام میں لا کر جماعت کو برباد کرنا چاہا مگر وہ ذِلت کی موت مر کر درسِ عبرت بن گیا۔ہمارے پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمدؒ خلیفۃ المسیح الرابع کی دشمنوں کے نرغے سے بچ نکل کر لندن آمد نے حضرت محمد ﷺ کی ہجرت کی یاد تازہ کر دی۔اے کاش دشمنان احمدیت یاد رکھیں کہ

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار ونزار

خلافت احمدیہ کی برکات کے دشمن بھی معترف ہیں ۔اور ڈاکٹر اسرار جیسے مسلمانان عالم کی نجات کے لئے اپنے اندر خلافت کے نظام کو جاری کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ان سادہ مزاجوں کو کون بتائے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اپنا بنایا ہوا خلیفہ کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھتا۔

خوب یاد رکھیں کہ خلافت نبوت کا پرتو ہے اور بیشمار برکات کا موجب ہے ۔حضرت المسیح الاولؓ نے خلافت کے بارے میں فرمایا:

" تمہارے لئے بابرکت راہ ہے تم اس حبل اللہ کو اب مضبوط پکڑ لو ۔یہ بھی خدا ہی کی رسی ہے جس نے تمہارے متفرق اجزاء کو اکٹھا کر دیا ہے پس اسے مضبوط پکڑے رکھو۔"

حضرت خلیفہ الثانیؓ نے فرمایا:"تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا لیکن اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی اور تمہارے مقابلہ میں بالکل ناکام اور نامراد رہے گی۔تمہارے لئے ایسی حالت خلافت کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکے گی "۔(درس القرآن) اسی طرح فرمایا:"اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک خلافت نہ ہو ہمیشہ اسلام نے خلفاء کے ذریعے سے ترقی کی ہے۔"(درس القرآن ص ۳ ۷ نومبر ۱۹۲۱ء از حضرت مصلح موعودؓ) پس خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ خلافت کی برکتوں سے ہی دین اسلام کو

تمکنت، شان وشوکت اور غلبہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی نظام یا طریقہ کار نہیں جو اسلام کے لئے ترقی کا موجب بن سکے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جسے غیر احمدی تک محسوس کرتے ہیں۔ "چنانچہ سعودی عرب کے بعض حلقے جو دوبارہ خلافت کے احیاء کی کوشش کررہے ہیں وہ اپنے اقدام کے جواز میں کہہ رہے ہیں کہ خلافت کا منصب ہی وہ واحد منصب ہے جو دنیائے اسلام کو متحد کرانے کا باعث ہوسکتا ہے اور زمانہ ماضی میں اسی منصب نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو اتحاد کے رشتے میں پرودیا تھا" (وفاق ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء)

حضرت مسیح موعودؑ کو مانے بغیر اس نعمت کا انہیں میسر آنے کا کوئی امکان نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب خلیفہ کی دل وجان سے قدر کرنے کی توفیق دے تا کہ وہ ساری دنیا میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا بول بالا کرسکیں۔ آیئے ہم اس موقع پر اس عہد کو دہرائیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲۴ جنوری ۱۹۶۱ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر تمام جماعت افراد سے لیا تھا۔

"ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تا کہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول ﷺ کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔" (الفضل ۱۶ فروری ۱۹۶۱ء)

❀❀❀❀❀

مجدد الوقت کون ہے؟

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ اپنی تصنیف "تذکرۃ المہدی" میں تحریر فرماتے ہیں:

جب میں اول دفعہ حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا تھا تو میں نے یہ عرض کی تھی کہ آپ نے بھی دعویٰ مجددیت کیا ہے اور دوسرے لوگ بھی ہیں جو دعویٰ مجددیت کا کرتے ہیں۔ منجملہ اوروں کے (۱) ایک سوڈانی مہدی ہے جس پر لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مہدی اور مجدد ہے۔ اب ہم آپ کو مجدد مانیں یا ان میں سے کسی ایک کو۔ فرمایا جس کے پاس دلیل ہو دعویٰ بلا دلیل تو تسلیم نہیں ہوتا۔ دلیل یہی ہے کہ مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ ہو اور وحی کا نزول ہو اور منہاج نبوت پر ان کا طریق ہو۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور یہی شناخت ولی نبی رسول کی ہے جس کے ساتھی ہمراہ مرید صحابی اچھے اور نیک صالح ہوں اور ان میں تبدیلی فوق العادت پیدا ہو جاوے اور وہ اپنے اندر ایک نور نمایاں تاباں دیکھ لیں تب جانو کہ وہ اچھا ہے اور ولی ہے اور خدا تعالیٰ سے اس کا کامل تعلق اور پیوند ہے اور قوت روحانی اور کشش ربانی موجود ہے۔ اور جس کے پیرو اور ہم صحبت خراب ہوں اور کوئی تبدیلی کسی قسم کی نہ پاویں اور گندی زیست اپنے اندر رکھتے ہوں تو معلوم کرلو کہ وہ خود بھی گندہ ہے اور اس میں خدا کا انوار اور نعمت روحانی نہیں ہے اور نہ اس میں خدا ہے اور نہ خدا کے انوار وفیض سے کچھ بہرہ ہے۔ دیکھو جب برسات ہوتی ہے تو سینکڑوں بوٹیاں جنگل میں خراب بھی پیدا ہوتی ہیں اور گل بوٹے بھی عمدہ پیدا ہو جاتے ہیں مگر جو فائدہ مند ہیں وہ باقی رہ جاتے ہیں اور جو نکمے اور کارآمد نہیں ہوتے وہ جل بھن کر نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ جس کو خدا نے بھیجا ہے اور جو خدا کی طرف سے منصب مجددیت لے کر آیا ہے وہ باقی رہ جاوے گا اور سرسبز ہوگا اور جو خدا کی طرف سے نہیں ہیں وہ تمام تباہ اور ہلاک ہو جاویں گے۔ آنحضرت ﷺ کے وقت مبارک میں بھی بہت سے مدعیان نبوت کھڑے ہو گئے تھے اور مسیح علیہ السلام کے وقت میں بھی تو کیا وہ رہ گئے اور وہ سرسبز ہوئے۔ ہرگز نہیں ہوئے۔ ان کا نام ونشان مٹ گیا اور وہ ایسے ہلاک ہوئے کہ چند روز میں ہی نیست ونابود ہو گئے۔ سو حقیقت میں جیسا کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا تھا وہ جوں کا توں ہوا۔ سوائے آپ کی ذات مبارک اور وجود باجود کے تمام ناکام ونامراد رہ کر نیست ونابود ہو گئے۔ (صفحہ 190-191)

❀❀❀❀❀

پیاری یادیں

مکرم ڈاکٹر عبدالرؤف خان صاحب

مجلس انصاراللہ سویڈن کے ترجمان "الہدیٰ" کے لئے خاکسار کو خلافت کے تعلق میں اپنی یادداشتوں کے حوالہ سے کچھ لکھنے کو کہا گیا تو میں نے عرض کیا کہ میں نہ تو کوئی مضمون نگار ہوں اور نہ ہی کوئی ایسی ہستی ہوں جس کے پاس ایسا سرمایہ حیات ہو جسے ضبطِ تحریر میں لایا جا سکے۔ اس موقع پر مجھے حضرت حافظ مختار احمد شاہجہانپوریؓ، صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر یاد آ گیا:

نکل آیا ہے موقع آپ بیتی کیوں نہ کہہ ڈالوں
یہ پرسش ہو رہی ہے کیا کوئی افسانہ آتا ہے

میری پیدائش قادیان دارالامان کی ہے۔ میں نے کچھ زمانہ حضرت مصلح موعود، خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دیکھا ہے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا سارا زمانہ دیکھا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بابرکت خلافت سے بھی گذرا۔ جو ایک دو واقعات خلفاء احمدیہ کے حوالے سے یاد ہیں ان کا سیاق وسباق کے ساتھ ذکر کر دیتا ہوں۔ اس طرح زمانہ کی کچھ تاریخ بھی پڑھنے والوں کے ذہن میں آ جائیگی۔

میرے والد عبدالواحد خان صاحب جب پٹیالہ سے ہجرت کرکے اپنے چچا حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ کے پاس قادیان آئے تو ان دنوں حضرت مصلح موعودؓ بعض تجارتی امور میں دلچسپی رکھتے تھے۔ حضورؓ نے پہلے ایک کمپنی (Eastern Trading Co. Qadian) کے نام سے شروع کی اور والد صاحب کو اس کام پر لگایا۔ جب یہ کام بعض وجوہات کی بنا پر کما حقہ نہ چلا تو حضورؓ نے ایک دوسری کمپنی "دلکشاء پرفیومری کمپنی قادیان" کے نام سے بنائی۔ یہ کمپنی حضورؓ کے تجویز کردہ نسخوں کے مطابق عطر، خوشبودار تیل اور دیگر اشیاء تیار کرتی تھی۔ قادیان چونکہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور اسکی آبادی بھی غربا پر مشتمل تھی اس لئے دلکشاء پرفیومری کمپنی اپنی مصنوعات ہندوستان کی بڑی بڑی نمائشوں اور میلوں میں سٹال وغیرہ لگا کر فروخت کرتی تھی۔ والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان نمائشوں میں سامان کی تیاری میں خود حضرت مصلح موعودؓ بنفسِ نفیس شامل ہوتے۔ حضورؓ کی خدمت میں تقریباً دس سال انہیں کام کرنے کی سعادت ملی بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضورؓ ہر روز رات کو عشاء کی نماز کے بعد بلوا لیا کرتے تھے اور پھر رات کے دس ساڑھے دس بجے اور کبھی گیارہ ساڑھے گیارہ بجے تک روزانہ کام کرتے تھے۔ اکثر تو حضورؓ اور میں ہی ہوا کرتے تھے۔ کبھی کبھی محمود اللہ شاہ صاحب بھی ہوتے تھے۔

والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان دس سالوں کے لمبا عرصہ میں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور مصلح موعودؓ نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا ہو۔ کام کے دوران حضورؓ خود بھی شامل ہوتے اور حضورؓ کی بے حد بشاش طبیعت کسی قسم کی تھکن کا احساس تک نہیں ہونے دیتی تھی۔ والد صاحب کے ساتھ حضورؓ کی اس شفقت کا سلسلہ دس سال سے زائد عرصہ رہا۔ پاکستان ہجرت کے بعد بھی حضورؓ از راہِ شفقت حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ سے والد صاحب کی خیریت دریافت کرتے رہتے تھے۔ اسی شفقت کا ہی نتیجہ تھا کہ والد صاحب بعض اوقات مجھے خط دیکر حضورؓ کی خدمت میں بھجوا دیا کرتے تھے۔ ایک بار والد صاحب نے مجھے ایک خط دے کر کہا کہ جاؤ

حضور کی خدمت میں یہ خط دے آؤ۔ میری عمر اس وقت قریباً سات آٹھ سال کی ہوگی۔ میں خط لیکر مسجد مبارک کی سیڑھیوں سے مسجد کی چھت پر گیا۔ وہاں سے جو دروازہ حضرت اُمّ ِ وسیم صاحبہ (جن کو ہم آپا عزیزہ کہا کرتے تھے) کا تھا کھٹکھٹایا۔ اجازت ملنے پر میں صحن میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت مصلح موعودؓ صحن میں تشریف فرما ہیں۔ غالباً سردیوں کا موسم تھا اور حضور دھوپ میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے والد صاحب کا خط حضورؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورؓ نے اسی وقت خط کھول کر پڑھ لیا جس میں والد صاحب نے میرے بارے میں لکھا تھا کہ حضورؓ مجھ سے تلاوتِ قرآن کریم سنیں۔ حضورؓ نے فرمایا اچھا تو پھر تلاوتِ قرآن کریم سناؤ۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے حضورؓ کے سامنے سورۃ بنی اسرائیل کی آیات 79 تا 82 خوش الحانی سے تلاوت کیں۔ حضورؓ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور کچھ نقدی بطور انعام عطا فرمائی جو کہ میں نے واپس آ کر والد صاحب کو دی۔ تمام گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی الحمدللہ۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ تلاوت کے دوران حضورؓ مسکراتے رہے اور حضرت مصلح موعودؓ کی نظرِ کرم نے عاجز کے لئے تلاوتِ قرآنِ کریم کا دروازہ کھول دیا۔ مجھے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں صبح کی اسمبلی میں ہمیشہ تلاوت قرآن کریم کے لئے کھڑا کیا جاتا اور میں ہمیشہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیات 79 تا 82 ہی تلاوت کیا کرتا تھا۔ میرے علاوہ ایک اور طالبعلم تھے جن کا نام یاد نہیں رہا اور وہ مجھ سے ایک کلاس سینیئر تھے ان کو بھی گاہے گاہے تلاوتِ قرآن کریم کے لئے بلایا جاتا تھا اور وہ ہمیشہ سورۃ کھف کی چند ابتدائی آیات کی تلاوت کرتے تھے۔ اور یہ سلسلہ قادیان سے ہجرت تک جاری رہا۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

پاکستان میں ہجرت کے بعد ہم لوگ سیمنٹ بلڈنگ لاہور جو کہ رتن باغ کے بالکل سامنے واقع تھی مقیم ہوئے۔ میں نے دیال سنگھ کالج لاہور سے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی کی بی۔ فارمیسی کلاس میں داخلہ لے لیا۔ جب پارٹ ون کا امتحان ہوا تو میرے تحریری پرچے تو اچھے ہوگئے۔ پریکٹیکل بھی اچھے ہوگئے۔ جب میں فارماکالوجی کے پریکٹیکل کے بعد viva کے لئے بلایا گیا تو ایک سوال کا جواب ٹھیک نہ دینے پر Internal examiner جو کہ پروفیسر محبوب ربانی صاحب تھے سخت برہم ہوئے جس سے میں بہت ڈر گیا کیونکہ اگر وہ مجھے فیل کر دیتے تو یونیورسٹی کے قواعد کے مطابق میں پارٹ ون میں فیل ہو جاتا۔ اس لئے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ میں اسی گھبراہٹ میں گھر چلا آیا اور آ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں ساری کیفیت لکھ کر دعا کی درخواست کی۔ خوش قسمتی سے حضورؓ ان دنوں رتن باغ میں تھے اور ظہر کی نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ جب حضورؓ نماز سے فارغ ہو کر واپس اندرونِ خانہ تشریف لیجانے کے لئے میرے پاس سے گذرے تو میں نے وہ خط حضورؓ کے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؓ کی دعا کو قبول فرمایا اور میں پاس ہوگیا۔ الحمدللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے 1938 میں اپنے رفقاء کے ساتھ سندھ، کراچی اور دہلی وغیرہ کا سفر کیا۔ دہلی میں جب حضورؓ تغلق کے قلعہ کو دیکھنے گئے تو حضورؓ کو مسلمانوں کے زوال کو دیکھ کر سخت صدمہ ہوا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حضور کو ایک عجیب روحانی عالم کی اطلاع دی جس کے بارہ میں حضورؓ نے جلسہ سالانہ قادیان میں تقاریر کا سلسلہ شروع فرمایا جو کہ "سیر روحانی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ قادیان میں تو میں ابھی نوعمر

ہی تھا اوران تقاریر کے بارہ میں اتنا شعور نہیں تھا۔ پھر ہندوستان میں فسادات شروع ہو گئے اور قادیان سے پاکستان کی طرف ہجرت کا سانحہ پیش آیا۔اس طرح سیر روحانی کا سلسلہ کافی عرصہ تک دوبارہ شروع نہ ہو سکا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان تقاریر کا سلسلہ ربوہ کے جلسہ سالانہ میں شروع فرمایا تو مجھے ان تقاریر کو بڑے انہماک اور قریب سے سننے کا موقع ملتا رہا۔حضورؓ کی یہ تقاریر خاصی لمبی ہوتی تھیں اور بعض اوقات چھ سے آٹھ گھنٹے تک جاری رہتی تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی تقاریر کے دوران حضورؓ کے لئے چائے تیار کرنے کی ذمہ داری حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ کے سپرد تھی۔ڈاکٹر صاحبؓ نے اس کام کے لئے اپنے بیٹے کریم احمد نعیم مرحوم (جن کو میں بھائی نعیم کہتا تھا گورشتہ میں وہ میرے چچا لگتے تھے) اور میری ڈیوٹی لگا دی تھی۔ یہ سعادتِ عظمیٰ میرے اور بھائی نعیم کے حصہ کئی سال رہی۔الحمد للہ۔اسکی تفصیل کچھ یوں ہے کہ دادا جان یعنی حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ کی ہدایت کے مطابق ہم جلسہ سالانہ کے سٹیج کے ایک کونے میں حضورؓ کی آمد سے قبل اپنا سٹال لگا لیتے تھے۔ چائے کوئلوں کی انگیٹھی پر تیار کی جاتی تھی کیونکہ حضورؓ مٹی کے تیل کے چولہے پر تیار کی ہوئی چائے پسند نہیں فرماتے تھے۔ ان دنوں ربوہ میں خورد ونوش کی چیزیں مشکل سے ملتی تھیں۔لہذا میں اور بھائی نعیم چنیوٹ سے یہ سب چیزیں لے کر آتے تھے۔ دودھ وغیرہ کو چکھنے کے بعد حضورؓ کی چائے میں استعمال کرتے تھے۔ یہ سب باتیں حضرت ڈاکٹر صاحبؓ نے اچھی طرح تفصیل سے سمجھا دی ہوئیں تھیں۔ چائے میں چینی ڈال کر پیش کی جاتی تھی۔ چائے کی پیالی ایک پرچ میں رکھ کر ایک دوسری پرچ سے ڈھانپ دی جاتی تھی۔ میں یہ پیالی حضرت ڈاکٹر صاحبؓ کے ہاتھ میں پکڑا دیتا جو تقریر کے دوران حضرت مصلح موعودؓ کے قدموں میں میز کے کونے کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ڈاکٹر صاحبؓ یہ ڈھکی ہوئی پیالی بڑی احتیاط سے حضورؓ کے سامنے میز پر رکھ دیتے تھے۔حضورؓ تقریر کے دوران تیز گرم چائے نوش فرماتے تھے۔حضورؓ اگر ایک دو گھونٹ نوش فرما لیتے تو میں یہ پیالی ڈاکٹر صاحبؓ سے لے کر اسکی جگہ گرم چائے کی پیالی حضورؓ کے لئے دے آتا اور یہ سلسلہ تقریر کے اختتام تک جاری رہتا۔حضورؓ کی پس خوردہ چائے کا تبرک ہم ایک بڑے برتن میں جمع کرتے جاتے پھر اس میں مزید چائے ڈال کر اس تبرک کو بڑھا لیتے۔تقریر کے اختتام پر حضورؓ کے تشریف لے جانے کے بعد ہم اس تبرک کے تمنائیوں کو اس میں سے حصہ دیا کرتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار تقریر کے ختم ہونے پر حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ بھی تشریف لائے اور فرمایا "میاں ہمارے لئے کچھ ہے" اور میں نے یہ تبرک ایک پیالی میں حضرت چوہدری صاحبؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔الحمد للہ

ایک دلچسپ بات اس سلسلہ میں گذارش کر دوں کہ ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر اسی طرح دوسرے دن کی تقریر کے دوران میں چائے حضور کے لئے لیکر گیا۔ممکن ہے کہ ہمیں اس پیالی میں چینی ڈالنی بھول گئی ہو یا پھر چینی ہلانی بھول گئی ہو۔ یہ چائے اسی طرح حضورؓ کی خدمت میں پہنچ گئی۔ہمیں اس کا کچھ احساس نہیں ہوا جبتک کہ حضورؓ نے تیسرے دن کے اختتامی خطاب میں اس کا ذکر نہیں فرمایا۔حضورؓ نے فرمایا کہ اس سال لاؤڈ سپیکر کا انتظام بھی بہت اچھا رہا۔کل ایک معمولی سی بات بے اختیار میرے منہ سے نکلی جو کہ مستورات کے جلسہ میں بیٹھی میری بیوی نے بھی سن لی۔ میں جب رات کو گھر پہنچا تو میری بیوی نے مجھے

کہا کہ یہ کیا بات آپ نے تقریر کے دوران کہی "جے کھنڈ نہیں سی ہیگی تے ساڈے گھروں منگا لینی سی" یعنی اگر چینی نہیں تھی تو ہمارے گھر سے منگوا لینی تھی۔ اور فرمایا کہ اتنی آہستہ میرے منہ سے بے اختیار نکلی ہوئی بات لاؤڈ سپیکر کے اچھے انتظام کی وجہ سے دور بیٹھی مستورات نے بھی سن لی۔ اس طرح حضورؒ نے لاؤڈ سپیکر کے منتظمین کی حوصلہ افزائی بھی فرمادی۔

خلافتِ ثالثہ کے قیام کے وقت میں ڈنمارک میں مقیم تھا اور میں نے بیعت بذریعہ خط کی تھی۔ مئی 1966 میں مسجد نصرت جہاں کا سنگِ بنیاد صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے رکھا۔ سنگِ بنیاد کے لئے قادیان کی مسجد مبارک سے منگوائی ہوئی ایک اینٹ دعا کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی زندگی میں ہی بھجوادی تھی جو مشن ہاؤس میں موجود تھی۔ اس اینٹ کو میرے پاس موجود ایک احرام کی چادر میں، جسے میں نے 1963 اور 1964 کے حج بیت اللہ کے موقع پر باندھا تھا اور اسے آبِ زمزم سے دھو کر لایا تھا، رکھا گیا۔ اس کے چار کونے مبلغ انچارج صاحب، عبدالسلام میڈسن صاحب، نور احمد بولستاد صاحب اور ذکریہ سن آرکیٹیکٹ نے پکڑے۔ چادر میں سے اینٹ اٹھا کر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے اس جگہ پر نصب کر دی جو اس کے لئے مخصوص کی گئی تھی۔ مسجد نصرت جہاں کی تعمیر کے سلسلہ میں ہم کن کن مراحل سے گذرے یہ ایک طویل داستان ہے جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ 1967 میں ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں مسجد کے افتتاح کے لئے درخواست کی جسے حضورؒ نے ازراہِ شفقت منظور فرمایا۔ الحمدللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بمع قافلہ 20 جولائی 1967 کو بذریعہ ٹرین کوپن ہیگن تشریف لائے۔ ریلوے سٹیشن پر استقبال کے لئے مکرم کمال یوسف صاحب، عبدالسلام میڈسن صاحب، مسز مبارکہ میڈسن صاحب بمع اپنے بیٹے بشیر احمد اور کمال احمد کرو صاحب، صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب، مریم مولر صاحبہ اور خاکسار عبدالرؤف خان موجود تھے۔ 21 جولائی 1967 بروز جمعۃ المبارک مسجد نصرت جہاں کے افتتاح کا دن تھا۔ اس موقع پر پریس اور ٹی وی کے نمائندگان اور Hvidovre کمیون کے معزز مہمان مدعو تھے۔ افتتاح کے بعد ایک پریس کانفرنس کا بھی اہتمام تھا۔ مہمانوں کی ریفریشمنٹ کے لئے مجھے، مسز میڈسن اور مریم مولر صاحبہ کو رات بھر کام کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ

مسجد کے افتتاح کی تقریب اور پھر اس کے بعد کی مصروفیات کی تفصیل بہت لمبی ہے اس لئے چھوڑتا ہوں۔ صرف یہ بیان کر دوں کہ ان دنوں مہمان نوازی کے لئے افراد کی بہت کمی تھی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے پاکستانی احمدی صرف میں اور سید کمال یوسف صاحب تھے۔ حضورؒ کا قیام 20 جولائی سے 27 جولائی تک رہا۔ حضورؒ کے قافلہ میں اپنی فیملی کے علاوہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور نواب عباس احمد خان صاحب بھی تھے۔ ان سب کے کھانے کا انتظام میرے سپرد تھا۔ معاون کے طور پر مسز مبارکہ میڈسن صاحبہ اور سسٹر مریم مولر صاحبہ موجود تھیں لیکن کھانا بنانے اور سرو (serve) کرنے میں یہ میری مدد نہیں کر سکتی تھیں چنانچہ خاکسار نے یہ سب اکیلے ہی نبھایا۔ اس دوران کئی بار حضورؒ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ حضورؒ نے بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ الحمدللہ

دوسری بار یہ سعادت 1973 میں نصیب ہوئی جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جرمنی کے دورہ کے سلسلہ میں فرینکفرٹ تشریف لائے۔ ان دنوں قائد مجلس خدام الاحمدیہ کے فرائض

میرے سپرد تھے۔حضورؒ کا قیام مسجد نور میں تھا۔ان دنوں ہم نے حضورؒ کے اعزاز میں ایک ریسیپشن کا انتظام بھی کیا تھا جس میں جرمن معززین کے علاوہ پاکستان کے سفیر مقیم کولون بھی حضورؒ کی ملاقات کے لئے آئے تھے۔اس موقعہ پر مجھے حضورؒ کے قیام و طعام کے سلسلہ میں خدمات کا موقع ملا جو حضورؒ کی خوشنودی کا باعث ہوا۔الحمدللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے میں خلافت سے پہلے بھی ملا کرتا تھا۔نہایت پیار اور محبت کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔اس ضمن میں ایک بات کا ذکر کردوں۔ میں اور برادرم عبدالسلام میڈسن صاحب 1981 کے جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کے لئے اکٹھے ڈنمارک سے گئے۔قادیان حاضری کے بعد ہم دونوں ربوہ کے جلسہ سالانہ کے لئے گئے۔ان دنوں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب وقفِ جدید کے انچارج تھے۔میں اور میڈسن صاحب انکی ملاقات کے لئے ان کے دفتر میں چلے گئے ۔ حضرت میاں صاحب بڑی محبت اور پیار سے ملے اور یہ ملاقات خاصی دیر تک جاری رہی۔حضرت میاں صاحب نے مجھے فرمایا کہ کوئی نظم سناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ اس وقت کوئی نظم پوری یاد نہیں۔حضرت میاں صاحب نے اسی وقت گھنٹی بجائی اور کلرک کے آنے پر فرمایا کہ جاؤ بازار سے درثمین لے کر آؤ۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں درثمین آ گئی۔ایک نظم نکال کر اس پر اپنی قلم سے نشان لگائے اور میں نے وہ نظم سنائی۔ درثمین مجھے عنایت فرمائی۔یہ تبرک ابھی تک میرے پاس موجود ہے۔اس کے پہلے صفحہ پر درج ہے: بخدمت مکرم برادرم ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب۔سویڈن اللہ تعالیٰ آپکی آواز کے سوز میں برکت دے اور اسے اور بھی دلنشیں بنائے۔دستخط مرزا طاہر احمد ربوہ 2 جنوری 1982

حضور خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1982 میں جب مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے تو خاکسار نے سویڈن سے بیعت کا خط لکھا جس کا بہت پیارا جواب اپنے دستخط سے دیا۔الحمدللہ

اسی سال حضورؒ یورپ کے پہلے دورہ کے لئے تشریف لائے تو چند گھنٹوں کے لئے مالمو میں بھی قیام فرمایا۔ ہم نے حضورؒ اور حضور کے قافلہ کو Holma کے پاس Vatten Torn پر واقعہ ریسٹورانٹ میں دوپہر کا کھانا پیش کیا۔اس موقع پر محترم سید میر مسعود احمد صاحب مرحوم کوپن ہیگن سے تشریف لائے۔ پھولوں کا جو گلدستہ حضورؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا وہ حضور نے ازراہِ شفقت خاکسار کو عنایت فرمایا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔ لنڈن میں جب بھی حضورؒ سے ملاقات کا موقع ملتا حضورؒ ہمیشہ پیار، محبت اور شفقت کا سلوک فرماتے جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔اب یہ سب باتیں ماضی میں کھوگئی ہیں اور مجھے یہ کہنے پر مجبور کرتی ہیں۔

اکثر شبِ تنہائی میں کچھ دیر پہلے نیند سے
گذری ہوئی دلچسپیاں بیتے ہوئے دن عیش کے
بنتے ہیں شمع زندگی اور ڈالتے ہیں روشنی
میرے دلِ صد چاک پر

انٹرنیٹ و کمپیوٹر کلاس 1

مکرم سجاد احمد صاحب

مورخہ 10 اگست 2008ء کو مسجد ناصر گوتھن برگ میں نیشنل مجلس انصار اللہ کے تحت انٹرنیٹ و کمپیوٹر کلاس منعقد کی گئی۔ اپنی نوعیت کی اس پہلی کلاس کا آغاز کلام پاک سے کیا گیا۔ اس کلاس کے مقاصد میں کمپیوٹر و انٹرنیٹ کے متعلق معلومات پر مبنی پورے دن کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔

کمپیوٹر و انٹرنیٹ کا تعارف مکرم ملک عمران عامر صاحب نے پیش کیا۔ اس کے بعد اِن پیج اردو ورڈ پروسیسر پروگرام کا تعارف مکرم آغا یحیٰی خان صاحب مربی سلسلہ سویڈن نے پیش کیا۔ نیشنل مجلس انصار اللہ سویڈن مکرم ملک عمران عامر صاحب اور مکرم آغا یحیٰی خان صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے کہ انھوں نے اس کلاس کے انعقاد کرنے میں مدد فرمائی۔ آج اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کمپیوٹرز نے ہماری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ آج ہمارا رہن سہن ان super machines سے براہ راست متاثر ہے اور آنے والے وقتوں میں اس مشین کا رول مزید بڑھنے والا ہے۔ خاص کر جب سے laptop کمپیوٹرز آئے ہیں ان مشینوں کا سائز اور شکل میں بہت تبدیلی آ گئی ہے اور اب ہم با آسانی انکو ہر وقت اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ اس مشین کی آمد کے بعد انٹرنیٹ کی آمد نے تو اب یہ ہم پر لازم کر دیا ہے کہ ہم اس مشین کے استعمال کو سیکھیں۔ اور پھر world wide web کی دریافت سے مزید ایک انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ یہ ساری کی ساری ٹیکنالوجی گزشتہ بیس برس میں برق رفتاری سے ترقی کر گئی ہے۔

نظام جماعت نے بھی اس ٹیکنالوجی سے بھرپور استفادہ کیا ہوا ہے۔ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی جماعتوں نے اپنی اپنی ویب سائٹس کھول لی ہیں۔ ان میں alislam.org ہماری مرکزی ویب سائیٹ ہے جہاں پر سلسلہ سے متعلق ہر قسم کی معلومات، کتب، حضور انور کے خطبات بآسانی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضور انور کو براہ راست ای میل لکھنے کی سہولت بھی مہیا کی گئی ہے۔

انٹرنیٹ کی بدولت ہماری دیو قامت دنیا اب سمٹ کر ایک global village بن گئی ہے۔ جب سے ای میل متعارف ہوئی ہے عام ڈاک کا نظام ختم ہوتا نظر آ رہا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ مفت ٹیلیفون بمع تصویر اب کثرت سے زیر استعمال ہے۔ مگر جہاں اسکا استعمال اب تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے وہاں بڑی عمر کے لوگوں کیلئے اسے سیکھنا مشکل بن گیا ہے۔ اس امر کی جانب کئی ایک تحقیقی مراسلوں میں ذکر ملتا ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ یہی وہ گروپ ہے جو اس کے استعمال سے سب سے زیادہ فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے۔ یہ حقیقت بھی اب ہم سے پوشیدہ نہیں کہ انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے بارے میں سیکھنے کے وسائل بھی خود انٹرنیٹ پر ہی موجود ہیں اور وہ بھی بغیر کسی فیس کے۔

عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ جب جسمانی حرکت یا mobility میں کمی آنا شروع ہو جاتی ہے تو بڑی عمر کے لوگ زیادہ وقت گھر میں گزارتے ہیں۔ انٹرنیٹ و کمپیوٹر کی بدولت اب وہ یہ وقت انتہائی کارآمد اور مفید کاموں میں گزار سکتے ہیں مثلاً اپنی زندگی بھر کے تجربات اور علم کی بدولت وہ گھر بیٹھے مضامین و کتب لکھ سکتے ہیں، دور دراز مقیم اپنے عزیزوں کو ای میل بھیج سکتے ہیں، انٹرنیٹ پر مفت ٹیلیفون کر سکتے ہیں اور گفتگو کے دوران اپنے عزیزوں کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ کاروبار

جسے ای کامرس کہتے ہیں کیا جا سکتا ہے۔انسانی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں ہمیں کمپیوٹر و انٹرنیٹ جیسی نعمت کی نظیر نہیں ملتی۔ علم ومعرفت کی نئی نئی منزلوں کی جانب ہمیں من حیث الجماعت کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے اس ضمن میں 1906ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے وحی الٰہی کی بناء پر یہ پیشگوئی فرمائی۔

'' خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم ومعرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے۔مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھاوے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا..... سوائے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا''

اس کلاس کے انعقاد سے پہلے اس کی کامیابی کے لئے حضور انور کی خدمت میں درخواست دعا کا خط تحریر کیا گیا۔حضور انور نے اس کا مندرجہ ذیل جواب دیا۔"**جزاکم اللہ اور مزید فرمایا کہ بہت دیر کر دی جلد سکھائیں۔اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔** "

اس کلاس کے اختتام پر احباب میں کمپیوٹر و انٹرنیٹ سے متعلق ابتدائی معلومات پر مبنی 56 سوال و جواب کی شکل میں پرچہ بھی تقسیم کیا گیا۔ جو کہ کلاس میں شامل افراد کی دلچسپی کا باعث بنا۔ اس میں سے چند ایک سوالات برائے ملاحظہ قارئین پیش خدمت ہیں۔

49 اردو ان پیج پروگرام کھولیں تو بائیں جانب نیچے کی طرف کونے میں ایک بڑا M لکھا نظر آئے گا یہ کیا ہے؟

☆یہ m o t h e r b o a r d کا مخفف ہے

☆اسکو دبائیں تو M o n t h یعنی مہینے کا نام سامنے آ جاتا ہے

☆یہ Master Page بنانے کا بٹن ہے جسکی مدد سے ہم اپنی تیار کردہ دستاویز، مضمون یا رسالہ میں اہم حاشیہ بندی صفحہ نمبر اور اسی نوعیت کی دوسرے اہم کام کر سکتے ہیں جنکا ہم رسالہ یا اخبار کے ہر صفحہ پر دکھانا چاہتے ہیں۔

52 انٹرینٹ استعمال کے اخلاقی ضوابط کیا کہلاتے ہیں؟

☆کوئی اخلاقی ضوابط نہیں

☆امر با لمعروف و نھی عن المنکر

☆Netiquette جو لفظ net etiquette کو ملا کر بنایا گیا ہے)

53 بڑے حروف یعنی capital letters میں ای میل لکھنے کا n e t i q u e t t e کی رو سے کیا مطلب ہوتا ہے؟

☆ تا کہ پڑھنے والے کو پڑھنے میں آسانی ہو

☆تحریر خوبصورت نظر آئے

☆کسی کو جھاڑ پلانے کے لئے

56 جدید کمپیوٹر سائنس کا بانی کون ہے؟

☆ابو عبداللہ محمد بن موسیٰ الخوارزمی ایک مسلمان سائنسدان، مصنف و ریاضی دان گزرے ہیں۔آپ سلطنت فارس کے ایک صوبہ خراساں کے شہر خوارزم میں 780ء میں پیدا ہوئے۔اسی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ الخوارزمی لگتا ہے۔کسی دور میں آپ کا خاندان بغداد میں آ کر آباد ہوا جہاں ابو عبداللہ خلیفہ مامون الرشید کے دربار میں بہت پائے کے سائنسدان تھے۔ریاضی میں آپ نے algorithm کو متعارف کرایا۔چونکہ کمپیوٹر پروگرام بنانے کے لئے algorithm کو استعمال کیا جاتا ہے اسلئے آپ جدید کمپیوٹر سائنس کے بانی کہلاتے ہیں۔لفظ algorithm آپ ہی کے نام al-khwarizmi کی بدلی ہوئی شکل ہے۔اسی طرح آپ ریاضی میں الجبرا کے موجد بھی تھے۔

گناھوں کی بخشش کے لئے عاجزانہ التجاء

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ ایک رات میری باری میں باہر تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک کپڑے کی طرح زمین پر پڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں **سَجَدَلَکَ سَوَادِیْ وَ خِیَالِیْ وَ آمَنَ لَکَ فُؤَّادِیْ رَبِّ ھٰذِہٖ یَدَایَ وَمَا جَنَیْتُ بِھَا عَلٰی نَفْسِیْ یَا عَظِیمًا یُرْ جٰی لِکُلِّ عَظِیْمٍ اِ غْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِیْم.** (ھیشمی)

(اے اللہ) تیرے لئے میرے جسم و جاں سجدے میں ہیں۔ میرا دل تجھ پر ایمان لاتا ہے۔ اے میرے رب! یہ میرے دونوں ہاتھ تیرے سامنے پھیلے ہیں اور جو کچھ میں نے ان کے ساتھ اپنی جان پر ظلم کیا وہ بھی تیرے سامنے ہے۔ اے عظیم! جس سے ہر عظیم بات کی اُمید کی جاتی ہے۔ عظیم گناہوں کو تو بخش دے۔ پھر فرمایا '' اے عائشہ! جبریل نے مجھے یہ الفاظ پڑھنے کیلئے کہا ہے تم بھی اپنے سجدوں میں یہ پڑھا کرو۔ جو شخص یہ کلمات پڑھے سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے بخشا جاتا ہے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تہجد میں دردمندی اور عاجزی سے یہ دعا کرو:
اے میرے محسن اور میرے خدا میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُر معصیت اور پُر غفلت ہوں تُو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تُو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے مُتمتّع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پُر گناہ پر رحم کر اور میری بے باکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اس گناہ سے نجات بخش کہ بغیر تیرے کوئی چارہ گر نہیں۔ آمین ثم آمین

(مکتوبات احمدیہ جلد نمبر 2 صفحہ 3)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 5 ستمبر 2008ء میں رمضان کے دوران جماعت کو خصوصیت سے جن دعاؤں کی طرف توجہ دلائی ہے وہ احباب جماعت کے استفادہ کے لئے تحریر ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنّیْ اَسْاَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ مَالَیْ وَ اَھلِیْ وَ مِنَ الْمَاءِ البَارِدِ.

ترجمہ۔ اے اللہ! مین تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرے اور ایسا عمل جو تیری محبت کے حصول کا ذریعہ بنے، اے اللہ میرے دل میں اپنی محبت پیدا کردے جو میرے نفس سے زیادہ ہو، میرے مال سے زیادہ ہو، میرے اہل و عیال سے زیادہ ہو، اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔